قارئین کو عیدالاضحیٰ مبارک

قربانی

امن وسلامتی اور معاشی استحکام کا سبب

پی آئی اے میں قادیانیوں کی سرگرمیاں

بے جا گھمنڈ، حسن ظن اور خوش فہمیاں

انہیں چاند کیسے نظر آ جاتا ہے؟

وزیر تعلیم کا مخمصہ

اخبار الاحرار

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

۱ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ جنوری ۲۰۰۷ء

”ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ اصل اخلاق یہ ہے کہ ہم جو کمائیں، بانٹ کر کھائیں۔ لیکن سوسائٹی کی موجودہ تشکیل مادی تقسیم کی متحمل نہیں...... “ (”زندگی“ص:۹۴)

”متقی وہ ہے جس پر موت کا خوف اور خدا کا ڈر اتنا مستولی ہو کہ ہروقت گناہ پر نظر رکھے اور نیکیاں کرتا رہے۔ وہ ہر انسان سے حسن سلوک کرتا ہے اور حق العباد کی نگہداشت سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ لواحقین اور ہمسایوں کے لیے سراپا رحمت ہوتا ہے۔ اس میں شوقِ شہادت تو نہیں ہوتا مگر غازیوں میں دریغ نہیں کرتا۔ صالح انسانوں کی امداد میں مصروف رہتا ہے۔ جب کبھی اس سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہو جاتا ہے تو برسوں شرمسار رہتا ہے، بیماروں کی خدمت کر کے کفارہ ادا کرتا ہے اور قومی وملی تحریکات میں بقدر امکان استعانت کر کے روٹھے ہوئے خدا کو خوش کرنے کی سعی کرتا ہے۔“ (”زندگی“ص:۵)

مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

افکارِ احرار

احرارِ جگردار

''احرار ساتھیو! نشاۃِ ثانیہ کے بانیو، وفادارو، حق کے پرستارو، تمہاری کیا ہی بات ہے۔ محمد (ﷺ) کے شیدائیو، شمع ختم نبوت کے پروانو، تحریکِ ختم نبوت کے دیوانو، سرمستو، تمہاری نرالی شان ہے، تمہیں بہت سے مذہبی بہروپیوں نے ورغلایا کہ اِس دور میں احرار کی کوئی ضرورت نہیں، شاہ جی احرار ختم کر گئے تھے اور شاہ جی چند وعظ فروشوں کو منڈی کا بھاؤ چکانے کے لیے چھوڑ گئے ہیں اور بس! تم کہاں بھٹکتے رہو گے، مارے مارے پھرو گے، تمہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ کچھ تقدس مآب تم سے روٹھ گئے تو اللہ بھی تم سے روٹھ جائے گا۔ کیونکہ ان کے اللہ سے بڑے اندرونی وخصوصی مراسم ہیں باطنی گٹھ جوڑ ہے۔ کچھ رندوں نے انیسؔ کی زبان، غزل کے لہجہ اور عشوہ وغمزہ وادا میں تم سے سرگوشیاں کیں:

انیسؔ دم کا بھروسہ نہیں ٹھہر جاؤ
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

مگر تم ایسے کوہِ استقامت وعزیمت نکلے کہ تمہارے پائے استقلال میں لرزش نہ آئی اور تمہارے فکرِ مستقیم سے لغزش نہ ہوئی۔ واہ واہ! صد ہزار آفرین تمہاری وفاؤں کے! تم نے ان مذہبی بہروپیوں، خود ساختہ تقدس مآبوں، مذہبی طبقہ واریت کے نوابوں، ٹوڈیوں، ڈیرے داروں اور ان کے ڈشکروں مذہبی کمیشن ایجنٹوں کو ایک ہی جواب دیا:

یہ تو نے کیا کہا واعظ نہ جانا کوئے جاناں میں
ہمیں تو رہروؤں کی ٹھوکریں کھانا مگر جانا

اور میں کہتا ہوں جو احرار کا وفادار نہیں، وہ ہمارا کچھ نہیں لگتا۔ وہ کوئی بھی ہو اور کہیں بھی ہو، ہمارے نزدیک وہ کاغذی پیراہن ہے۔ وفا کے روپ میں بے وفائی کا بہن ہے۔

احرارِ جگردار! میں تمہیں سلام کہتا ہوں، تمہاری وفاؤں کو سلام کرتا ہوں اور تمہاری اداؤں سے پیار کرتا ہوں۔''

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ

اپریل ۱۹۸۸ء۔ ملتان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 18 شمارہ 1 ذوالحجہ 1427ھ — جنوری 2007ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد
سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی
ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر
شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقاء فکر
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر
محمد الیاس میراں پوری
i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد

تشکیل

دل کی بات	گھری ہوئی ہے سیاست تماش بینوں میں	مدیر	2
دین و دانش:	قربانی، امن و سلامتی اور معاشی استحکام کا سبب	سید عطاء المحسن بخاریؒ	4
//	جمعۃ المبارک کی فرضیت (درسِ حدیث)	مولانا مشتاق احمد	12
افکار:	فاتاهم الله من حيث لم يحتسبوا	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی	14
//	بے جا گھمنڈ، حسنِ ظن اور خوش فہمیاں	سید محمد معاویہ بخاری	18
//	وزیر تعلیم کا مخمصہ	سیف اللہ خالد	22
//	انہیں چاند کیسے نظر آ جاتا ہے؟	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	24
ادبیات:	چودھری افضل حق کی "زندگی" کا اسلوب	ڈاکٹر اسلم انصاری	27
	(نظم) چودھری افضل حقؒ	ساحر لدھیانوی	36
سرگزشت:	پاکستان میں طالبان کے آخری سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کی لہو رنگ داستان (آخری قسط)	ترجمہ و تلخیص فدا محمد عدیل	37
	(نظم) طالبان باقی، افغان باقی......	عادل یزدانی	46
بازگشت:	احراری خطابت کی ایک جھلک (پروفیسر خالد شبیر احمد کا خطاب)	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	47
ردِّ قادیانیت:	قادیانیت کا احراری تعاقب	عبدالرؤف طاہر	50
//	پی آئی اے میں قادیانیوں کی سرگرمیاں	خالد عمران	53
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	55
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	جاوید اختر بھٹی، محمد عمر فاروق، محمد الیاس	56
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	60
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک — 150 روپے
بیرون ملک — 1500 روپے
فی شمارہ — 15 روپے

ترسیلِ زر بنام: نقیبِ ختمِ نبوت
اکاؤنٹ نمبر 5278-1
یو بی ایل چوک مہربان ملتان

ای میل ایڈریس
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز
Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)
☎061-4511961

دل کی بات

گھری ہوئی ہے سیاست تماش بینوں میں

پاکستان ہمیشہ ناکام سیاسی تجربات کی آماجگاہ رہا ہے۔شہیدِ ملت لیاقت علی خان مرحوم' روس کا دورہ طے کر کے امریکہ تشریف لے گئے ،خواجہ ناظم الدین نے امریکی امداد بند ہونے کے خوف سے تحریک تحفظ ختم نبوت میں دس ہزار مسلمانوں کو امپورٹڈ گولیوں سے شہید کر ڈالا ،ملک وملت اور دین کے غدار' قادیانیوں کو اپنی وسیع گود میں پالا پوسا ،محمد علی بوگرہ نے الگ کرتب دکھائے ،چودھری محمد علی نے اپنی ڈفلی بجائی ،سکندر مرزا نے بازارِ تعیش گرم کیا تو جنرل ایوب خان نے درہم برہم کر دیا۔جنرل یحییٰ خان نے سقوطِ مشرقی پاکستان کا افسوسناک تجربہ کیا ،بھٹو نے جمہوری آمریت متعارف کرائی ،جنرل ضیاء الحق نے اسلام کو تختۂ مشق بنایا ،بے نظیر اور نواز شریف نے دو دو مرتبہ قوم کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی اور اب جنرل پرویز مشرف روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر ملک کی نظریاتی بنیادوں کو مسمار کر رہے ہیں ،ہمارے معاشرتی اور خاندانی نظام کی جڑوں کو کاٹ رہے ہیں ،مذہب بیزاری ،بے حیائی ،فحاشی ،عریانی اور گرانی کو فروغ دے رہے ہیں۔انہوں نے جس امریکہ کی خوشنودی اور صیہونی ونصرانی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے یہ سب کچھ کیا' وہ پھر بھی مطمئن نہیں۔جنرل پرویز کی وفاؤں کا صلہ یہ ہے کہ امریکی تھنک ٹینک' پاکستان کو ایک ناکام ریاست کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔افسوس کہ ناکام تجربات اور نقصان در نقصان سے ہمارے حکمرانوں اور سیاست دانوں نے کوئی سبق نہیں سیکھا۔وہ شکست وذلت اور ناکامی کی راہ پر ہنوز ایستادہ ہیں۔بقول شورشؔ:

خطابت کے باورچی خانہ کا ایندھن
سیاست کی مٹی کے چکنے گھڑے ہیں
زبان و بیاں سے تہی دست واعظ
ابھی تک پرانی روش پر اڑے ہیں

برسوں کی طویل جدوجہد کے بعد ۱۹۷۳ء میں پاکستان کو ایک متفقہ آئین ملا تھا۔لیکن اس آئین کی کسی نے پاسداری نہیں کی۔آئین میں فوج کا کردار طے ہے لیکن فوجی آمروں نے بار بار سیاست میں مداخلت کر کے ایک طرف عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار سے الگ کیا تو دوسری طرف سول اور فوج دونوں شعبوں کو کرپٹ کیا۔ملک ایجنسیوں کے حوالے کر دیا۔نتیجتاً باہمی انتشار ،فرقہ واریت ،آپا دھاپی ،چھینا جھپٹی ،بریف کیس پالیٹکس کی چمک دمک ،لوٹ مار کا بازار گرم اور مفادات کے حصول کا طوفانِ بدتمیزی برپا ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حکومت یا اپوزیشن دونوں میں سے کوئی ایک بھی مخلص ہوتو ملک کی قسمت بدل سکتی ہے۔ معیشت وسیاست کی ڈوبتی نیّا پار لگ سکتی ہے۔دونوں کھوکھلے دعوے کر رہے ہیں۔ بھاری مینڈیٹ والے نواز شریف صاحب لندن میں بیٹھ کر کسی اچھے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور بے نظیر' امریکہ و برطانیہ کے سیر سپاٹے میں مصروف ہیں۔ میثاق جمہوریت ''محوِ تماشائے لبِ بام'' ہے تو اپوزیشن کا گرینڈ الائنس خوابوں کی دنیا میں میٹھی نیند سو رہا ہے۔ مجلس عمل والے مراقبۂ موت میں مشغول ہیں۔ اے آر ڈی ''اِک طرفہ تماشہ'' ہے۔سب اپنی اپنی زبان میں جنرل پرویز مشرف کے خلاف تحریک چلانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں مگر چلانے کو تیار کوئی بھی نہیں۔ ساٹھ سالہ تجربات کی روشنی میں جو کامیابی ہوئی ہے' وہ ایک روشن خیال اصطلاح ''ڈیل'' کی دریافت ہے۔ پیپلز پارٹی' اعتقادی، فکری، تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے جنرل پرویز کے قریب تر ہے اور جنرل صاحب' پیپلز پارٹی کی روشن خیالی کا کئی بار اعتراف بھی کر چکے ہیں۔ مگر ابھی تک اس سے ڈیل مکمل نہیں ہو پا رہی۔ معلوم نہیں کن مراحل میں ہے۔ مسلم لیگ (ن) ڈیل کے نتیجے میں چانس کھو چکی ہے، مجلس عمل نے ایل ایف او کے مسئلہ پر ٹھوکر کھائی اور اب حقوقِ نسواں بل پر ہزیمت اٹھائی۔ استعفوں کی بڑھک مار کر عجیب مخمصے اور مشکل میں پھنس گئی ہے۔ ''پائے رفتن نہ جائے ماندن'' کی کیفیت میں ہے۔ اس ساری صورت حال سے جنرل پرویز خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان کی روشن خیالی عروج پر ہے۔ انہوں نے انتخابی مہم شروع کر رکھی ہے۔ خانیوال اور کوئٹہ کے جلسوں میں انہوں نے برملا کہا کہ عوام میرے حامیوں کو ووٹ دیں اور مذہبی جاہلوں کو ناکام بنا دیں۔ وفاقی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی نے تو جنرل پرویز کے انتخابی منشور کا بھی اعلان کر دیا ہے کہ ''ہم بچوں کو قرآن کے چالیس پارے پڑھائیں گے اور پاکستان اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے نہیں بنا تھا۔''

یہ داستانِ کرب پیش کرنے کا مدعا یہ ہے ملک کی سیاسی قیادت اب تجربات کی بھٹی سے باہر نکلے، ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی اور موجودہ حکومت کے خاتمے کے یک نکاتی ایجنڈے پر متفق ہو کر جدوجہد کرے۔ پاکستان انتہائی نازک دوراہے پر ہے۔ عالمی سامراج' افغانستان اور ایران کے حوالے سے ہمیں مزید امتحانات میں ڈالنے کی سازش کر رہا ہے۔ اُدھر مسٹر بش نے امریکہ و بھارت کے درمیان ایٹمی تعاون کے معاہدے پر دستخط کر دیئے ہیں۔ اس وقت ملک کے داخلی استحکام اور نظریاتی شناخت کی بحالی سب سے اہم ہے۔ تب ہی خارجی سازشوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر حالات کی سنگینی اور مستقبل کے خطرات کا ادراک نہ کیا گیا تو اس کی سزا صرف حکمرانوں اور سیاست دانوں کو ہی نہیں بلکہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے گی۔ سیاست کو تماش بینوں اور مفاد پرستوں سے نجات دلا کر سنجیدہ ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل اگر کوئی دفتر میں ہے

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قربانی

امن وسلامتی اور معاشی استحکام کا سبب

اسلام امن وسلامتی کا ہی نام ہے اسلام کے ہر عمل سے سلامتی پیدا ہوتی اور امن پھیلتا ہے ہر باشعور آدمی غور وفکر کی نعمت سے اس حقیقت کو پاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل انسانوں کے اعمال جس برائی، خباثت اور شیطنت سے آشنا ہو چکے تھے اسلام نے انہی اعمال کو اسوۂ حسنہ میں پابند کر کے محبت، آدمیت، امن، سلامتی اور عافیت پیدا کر دی۔ غور فرمایئے قبائل کے سردار اور ان کے ساتھی کھانا کھا رہے ہیں ہمہ قسم نعمت ان کے سامنے چن دی گئی ہے مگر کیا مجال کہ غلام اس کی طرف دیکھ بھی جائے۔

روساء وبزرجمہر کھا پی کے فارغ ہوں گے۔ تو بچا کھچا ان کے منہ میں بھی پہنچ جائے گا جو غلام ہونے کا طعنہ سینے پر سجائے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے آ کر مکارم اخلاق پیدا کئے۔ اسی معاشرے میں غلام کو آقا کے برابر اور فقیر کو امیر جیسا کر دیا۔ من وتو کی تمیز ختم کر دی۔ معاشرے میں حسن پیدا کیا۔ جو نہ کلیوں میں نہ غنچوں میں' نہ پھولوں میں نہ بہاروں میں ہے۔ دنیا کے کسی نظام میں بھی یہ حسن وخوبی' یہ برابری وبرادری نہیں ہے۔ دنیائے فکر میں انقلاب بپا کیجئے اور چودہ سو برس کی الٹی زقند لگایئے۔ چشم خرد کھولئے اور ملاحظہ کیجئے کہ مولائے کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ لکڑی کے ایک پیالے میں لقمے لگا لگا کر کھا رہے ہیں۔ غلام آقا کے روبرو ہے نظر وتوجہ کی نعمتوں سے بھی مالا مال ہو رہا ہے اور معاش ومعاد کے لمحے بھی سنوار رہا ہے۔ جی ہاں یہ وہی بلال ہے جسے کفارِ مکہ کا جمہوری نظام اور جمہوری گماشتے اپنے برابر دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور اسے غلام ہی مارنا چاہتے تھے، اسی طرح قربانی کا عمل بھی معاشرے میں امن وسلامتی اور بلندی پیدا کرتا ہے۔

قربانی تو زمانہء جاہلیت میں بھی امن وسلامتی اور سفر کے خطرات سے بچاتی تھی۔ عرب کا معمول تھا کوئی شخص اگر حج کے لئے آمادہ سفر ہے تو اسے اپنے قربانی کے جانوروں کے گلے میں پٹے ڈال کر ساتھ رکھنا پڑتا۔ اور یہ قربانی کا پٹہ ہی راستے کے خطرات و مشکلات کے بچنے کی علامت ہوتا۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ ایسا مسافر اپنے ساز وسامان سمیت منزل مراد پر پہنچ جاتا۔ حج کرتا، قربانی دیتا اور رضاء الٰہی کی نعمتیں سمیٹتا واپس لوٹ جاتا۔ قربانی کے اس جانور کو ہُدی کہا جاتا ہے۔ ویسے عربوں میں یہ دستور تھا کہ دین ابراہیمی کے مطابق وہ چار مہینوں کا بہت احترام کرتے یعنی رجب، ذی قعد، ذی الحج، اور محرم...... یہ مہینے پر امن اور عافیت وسلامتی کے مہینے تھے قرآن کریم نے بھی ان مہینوں کے باعزت وباوقار ہونے کا ذکر فرمایا ہے مِنھا اربعۃٌ حُرم ان میں سے چار بہت معزز ہیں۔

انہی چار ماہ کے اعزاز واکرام میں عرب اپنی جاہلیت کی عادتیں' لڑائی جھگڑے ختم کر دیتے تھے۔ ذی الحجہ کا مہینہ بھی انہی مکرم ومحترم مہینوں کا حصہ ہے۔ جس میں قربانی' حج اور عبادات اس کا جزو لاینفک ہے۔ اس لئے بھی یہ امن وامان اور عافیت وسلامتی کا پیغام سرمدی ہے۔ امن عامہ کی نوید الٰہی ہے۔ مگر ہمارے معاشرہ میں چونکہ اسلام کو ثانوی حیثیت دیدی گئی ہے اور جمہوریت کو پہلی پوزیشن اس لئے موجودہ معاشرے پر پھٹکار پڑ رہی ہے۔ عرب جہلا تو پٹے والے قربانی کے جانوروں کی لوٹ مار نہیں کرتے تھے۔ ''یہ جمہوریت زادے'' اور ''روشن خیال'' تو وہ بھی نہیں چھوڑتے۔ اس عمل خبیث میں یہ اُن سے بھی آگے

نکل گئے۔لوگوں نے مہندی، جھانجر، زنجیراور پٹے قربانی کی تمام نشانیوں سے اپنے قربانی کے جانوروں کومرصع کیا ہوتا ہے مگر یہ فرزندانِ ناہموار اسے بھی چوری کرنے سے باز نہیں آتے اگر ''لبرل اسلام'' کے ماننے والے منافقین اپنے رویے تبدیل کر کے حقیقی اسلام کے پیروکار بن جائیں یعنی مکمل مومن بن جائیں تو امت کو یہ روز سیاہ دیکھنا نصیب نہ ہو! اس پر مستزاد یہ کہ ان چوروں اور حرام خوروں کو پاکستان کی رسوائے زمانہ تعزیرات سزا نہیں دیتی بلکہ ''لبرل اسلام'' کی نمائندہ کمیونٹی جو حدود اللہ کو ''وحشیانہ'' سزائیں کہتی ہے وہ وحشی اور جنگلی بھی اس درندگی پر بہت پریشان ہیں مگر امن قائم نہیں کرسکے۔جو دن بھی طلوع ہوتا ہے، وہ فسق وفجور کی تمازت بڑھا دیتا ہے۔خود کو ترقی یافتہ کہنے والے یورپ کے اندھے مقلد پاکستان میں خیر پیدا نہیں کرسکے۔ پاکستان کی سیکولر سیاسی قوتیں شر، فتنہ وفساد اور تباہی کی نمائندگی کرتی، اسے پھیلاتی اور حکومت کرتی ہیں۔ یہ چار پانچ فیصد جو امن کے روح پرور مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ صرف ان دینی اعمال کی وجہ سے ہیں جو مسلمان انفرادی اور ذاتی ذوق کی بنیاد پر کرتے ہیں ورنہ ریاست کے قانون بد نے تو انکارِ اعمال کی کھلی آزادی دے رکھی ہے۔اللہ کی پناہ۔

قربانی اپنے شاندار ماضی، امن وسلامتی پر سچی تاریخی روایت وشہادت رکھتی ہے۔دورِ حاضر میں قربانی نہ صرف یہ کہ امن کا پیغام ہے بلکہ مسئلہ معاش کا عظیم پہلو بھی اپنے جلو میں رکھتی ہے کہ اس عمل صالح کی بدولت معاشی بدحالی ختم ہوتی اور معاشی امن پیدا ہوتا ہے۔سینکڑوں غریب امیر ہو جاتے ہیں۔قرآن کا حکم ہے:

فکلو ا منھا و اطعمو البائس الفقیر . (پ۱۷ الحج آیت ۲۸) سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ محتاج بے حال کو۔

فکلوا منھا و اطعموا القانع والمعتر . (پ۱۷۔الحج آیت ۳۶)

سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے کو اور بیقراری کرنے والے کو۔

ہمارے معاشرہ میں سرمائے کی غیر منصفانہ تقسیم اور یورپ کے معیارِ زندگی کی نقالی نے معاشرہ کو طبقات میں تقسیم کر دیا ہے۔اعلیٰ طبقہ کہلانے والے لوگ اخلاق سے عاری، ہمدردی سے محروم، اخوۃ، برادری اور برابری کے شائستہ جذبات کو خیر باد کہہ کر دوسرے تیسرے اور چوتھے طبقہ کے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ ہمارے معاشرے کا دوسرا تیسرا اور چوتھا طبقہ زندگی کی راحتوں سے مہجور اور معاشی حالات سے رنجور ہے اور سفید پوشی، ظاہرداری اور برادریوں کے جذبۂ تقابل میں اس قدر چُور چُور ہے کہ توبہ ہی بھلی۔معاشرے کے جن لوگوں کے پاس مال ومنال زروجواہر اور دھن دولت موجود ہے۔پھر اُن میں سے جو اس دولت کو دین کے احکام کے مطابق صرف کرتے ہیں۔زکوٰۃ دیتے ہیں صدقات دیتے ہیں انفاق عام کرتے ہیں وہ جب قربانی دیں گے تو معاشرہ کے ایسے افراد جو بے چارے مال کی کمی کے سبب ہفتوں اور مہینوں تک گوشت کی شکل سے ناآشنا اور اس کی لذت سے محروم رہتے ہیں۔قربانی کرنے والا خود کھائے تو اس کی اجازت ہے اس لئے کہ ''**فکلوا منھا** ''امرِ استحباب ہے امرِ وجوب نہیں یعنی اجازت ہے حکم نہیں جیسے

و اذا حللتم فاصطادوا . (پ۶۔المائدہ۔آیت۲) اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرسکتے ہو۔

اپنے گھر کے لئے رکھ لے تو اجازت ہے اگر نہ رکھے تو بہتر ہے اور واجب ہے کہ وہ قربانی کا گوشت بے حال، محتاج، نادار، بے یارومددگار اور ایسا مسکین جو قانع صابر محروم ہو اور ایسا مسکین بھی جو سائل اور بے قرار ہو بھوک کے ہاتھوں تنگ آکر مانگنے لگ جائے سب کو تلاش کر کے پہنچایا جائے۔ایسے ضرورت مندوں کو زکوٰۃ صدقات وغیرہ کی طرح قربانی کا گوشت

پہنچانے سے ان کی طبعی تندی ترشی اور حالات سے پیدا شدہ نفرتیں کم ہوں گی۔غضب وانتقام کی جگہ محبت واحترام پیدا ہوگا۔ لوٹ مار قتل وغارتگری کی بجائے حفاظت وخدمت کے نیک جذبات ظہور پذیر ہوں گے۔معاشرہ میں امن وسلامتی غالب آئے گی یعنی خیر طالب اور شر مغلوب ہوگا۔ رودے اور کھالیں بھی معاشرے کے انہی پسے ہوئے لوگوں کا حق ہے۔قصاب قطعاً کھال رودے اُجرت میں نہیں لیجاسکتے قربانی کے جانوروں پر ڈالے گئے کپڑے گھنٹیاں زنجیریں جھانجریں وغیرہ سب چیزیں غرباء کا حق ہیں۔جب غرباء کوان کا شرعی حق مال کی صورت میں پہنچے گا تو معاشی ناہمواری دور ہوگی اور معاشی ناہمواری کے دور ہونے سے جذبہ حسد ورقابت بھی دور ہوگا جس کا نتیجہ ہے خوشحالی مختصراً ملاحظہ کریں۔

قربانی کے فوائد:

(۱)　ایک طبقہ میں گردش زر قائم ہوئی۔قربانی کے لیے جانور خریدے گئے۔ بیچنے والے کو مال منتقل ہوا۔ اُسے کچھ روز گھر میں رکھا، خدمت کی، گھاس دانہ کھلایا

(۲)　دوسرے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی۔قصاب نے ذبح کیا اور مزدوری لی۔

(۳)　تیسرے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی، کھال فروخت ہوئی یا خیراتی اداروں میں تقسیم ہوئی۔

(۴)　چوتھے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی۔رودے، زنجیر، کپڑا، جھانجر فروخت ہوئی۔ان کی قیمت مساکین یتامیٰ، بیوگان محتاج، غریب، دینی کارکن، دینی مدارس کے مسافر طلباء واساتذہ میں مختلف صورتوں میں تقسیم ہوئی۔

(۵)　پانچویں طبقہ میں گردش زر قائم ہوئی۔سرمایہ انجماد سے بچا۔ایک ہاتھ میں نہ رہا مختلف ہاتھوں میں پہنچا ملک وقوم کو فائدہ پہنچا۔ایسا اہم اور عظیم عمل جس سے معاشرے کے پانچ طبقوں کو فیض، نفع اور فائدہ پہنچتا ہو اس کی مخالفت کرنا کہاں کی خدمتِ انسانی اور خدمتِ حیوانی ہے۔یا دانشمندی ہے؟ بجز اس کے کہ

بک رہے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ہاں یہ سیکولرسٹوں کا ''روشن اور لبرل اسلام'' تو ہوسکتا ہے دین حقیقی نہیں۔

قربانی اور قربانی کے جانور:

قربانی اور قربانی کے جانور شعائر اللہ میں سے ہیں۔(پ ۱۷۔الحج آیت ۳۶)

ایسے لوگ جو بے رحمی اور حیوانات کے انسداد کی ذیل میں قربانی کے عمل کو رد کرتے ہیں یا مال کے ضیاع کی نام نہاد حکمت کی بنیاد پر اس کو غلط قرار دیتے ہیں وہ لوگ بنیادی طور پر جاہل وظالم ہیں۔اس لئے کہ قرآن حکیم نے قربانی اور قربانی کے جانوروں کی حیثیت دین اسلام کی علامتوں میں سے دو علامتیں قرار دی ہیں۔دین کی علامتوں کی تعظیم دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔ان شعائر کا احترام نہ کرنے والے لوگ خلوص سے محروم ہیں۔شعائر اللہ کی باقاعدہ وباضابطہ شرعی حیثیت وعظمت ہے۔اس عمل کی ایک مذہبی، شرعی اور قانونی تاریخ ہے اس کی تردید، تغلیط اور توھین، احکام ومسائل اور قوانین قرآنی سے بے خبری، لاعلمی اور جہالت پر مبنی ہے۔پھر ایسا آدمی جو قربانی جیسے عمل خیر کو روکتا ہے، اس کے خلاف ذہنوں کو ہموار کرتا ہے اور

فضول قسم کی باتیں جو یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں' کرتا رہتا ہے۔ وہ معاشرے کو باہم ایک دوسرے سے کاٹنا چاہتا ہے۔ قربانی کے عمل سے معاشرہ کے تمام طبقات باہم مربوط ہوجاتے ہیں اور یہ حیوانات پر رحم کرنے والا نام نہاد مہربان انسانوں کو محبت، مؤدت، ارتباط، معاشرتی ترقی سے محروم کرنے والا ظالم، سفاک اور خودغرض ہے کہ انسانوں پر رحم نہیں کرتا!

پیغام:

عید، خوش خوراکی وخوش پوشاکی اور کھیل کود کا نام ہی تو نہیں بلکہ عید عبارت ہے......

اجتماعیت و یکجہتی سے

قربانی وایثار سے

عدل و تقویٰ سے

حق شناسی وخدا خوفی سے

محبت، ادب اور اخلاص سے

مودّت اور اخوت کے پاکیزہ جذبات سے!

احکام ومسائل:

تمہید: قربانی جدُّ الانبیاء اور مجدّ د الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہم السلام اور سید الاوّلین، قائد المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس یادگار اور ابدی سنت ہے...... حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایام قربانی میں اللہ تعالیٰ کو اپنے نام پر بہائے ہوئے خونِ قربانی سے زیادہ کوئی چیز اور عمل پسند نہیں۔ ذبح کے وقت خون کا ہر قطرہ زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی خدا کے ہاں مقبول ہوجاتا ہے۔ نیز فرمایا: ذبیحہ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں' ان میں سے ہر ہر بال کے بدل میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ.

''اللہ کو نہیں پہنچتے ان کے گوشت اور نہ لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دلوں کا ادب (خلوص)۔'' (پ:۱۷، الحج، آیت:۳۷)

قربانی: بعض اسلام دشمن عناصر جن کو مخلوق خدا کی فلاح کا بہت زیادہ ''درد'' اٹھتا ہے' وہ اس نظریاتی مملکت میں برسوں سے زہر پھیلا رہے ہیں اور خصوصیات کے ساتھ جدید تعلیم سے روشناس مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ قربانی ''مولوی ازم'' کی ایجاد ہے، کتنا بڑا ظلم ہے کہ ہزاروں لاکھوں روپے کا خون بہا دیا جائے، اس میں انسانیت کی کیا خدمت ہے؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ''مکہ'' میں ہی فرض ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں قربانی نہیں دی۔ کوئی شخص بھی اس بات کا مجاز نہیں کہ دین متین میں ایک حرف کی بھی تبدیلی کرسکے۔ قربانی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ جو چودہ سو سال سے ادا کی جارہی ہے۔ خود حضور ﷺ نے اور ان کے بعد ان کے صحیح جانشین خلفائے راشدین نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور امت کی مسلّمہ شخصیتوں نے ادا کی اور کروائی۔ یہ کہنا کتنا بڑا دجل ہے کہ ختم المرسلین ﷺ نے صرف مکہ میں قربانی کی۔ حالانکہ احادیثِ صحیحہ میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ مدینہ میں بھی قربانی ہوئی اور لاکھوں مربع میل میں پھیلی ہوئی اسلامی سلطنت میں بسنے والے مسلمانوں نے اس سنت کو ادا کیا۔

حضور ﷺ نے مدینہ میں قربانی کی:

﴿عن ابن عمر ‘قال اقام رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بالمدینہ عَشَرسِنِیْنَ یُضَحّیْ﴾

(ترمذی ص۱۸۲، مسند احمد ج ۷ص ۵۷)

حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دس برس مدینہ میں قیام فرمایا اور قربانی دی:

﴿عن ابن عباس قال کنّا مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فی سفر فحضر الا ضحی فاشتر کنا فی البقرۃ سبعۃ وفی البعیر عشرۃ﴾ (ترمذی ص۱۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سفر میں تھے کہ سفر میں ہی قربانی کا دن آ گیا تو ہم قربانی کی گائے کے سات حصوں اور اونٹ کے دس حصوں میں شریک ہوئے۔

جمہور علماء کے نزدیک اونٹ میں دس حصوں والا حکم منسوخ ہوگیا اور سات حصوں والا حکم جاری ہوا۔اسے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ذکر کیا ہے۔(حاشیہ مشکٰوۃ۔ص ۱۲۸)

ان ہر دو روایات کی روشنی میں یہ بات قطعیت کے ساتھ واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ نے سفر میں بھی قربانی کی اور مدینہ میں بھی، اس کے بعد اس قسم کی لغو اور بے بنیاد باتوں کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور یہ حدیث ان کے قول کے بطلان کے لیے دلیل کا ایک طمانچہ ہے۔

اہل اسلام سے التماس ہے کہ وہ اس قسم کی لغویات پر دھیان نہ دیں اور دین متین کی حفاظت کرتے ہوئے اور محبت رسول ﷺ سے سرشار ہوکر اس سنت کو خوب ذوق وشوق سے ادا کریں تا کہ روزِ محشر بارگاہِ رب العزت میں نجات کا سبب اور اللہ کے محبوب ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں۔خداوندِ قدوس ہم سب کو سختی سے اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین ،ثمّ اٰمین

مختصر مسائل قربانی:

- ہر آزاد عاقل بالغ مسلمان جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا رکھتا ہو، یا ان دونوں سے جتنی مالیت کی جائیداد یا مال تجارت کا مالک ہو، اس پر عیدالاضحیٰ یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ کو صبح صادق طلوع ہونے سے لے کر بارہویں ذوالحجہ کی شام تک چند مخصوص حلال جانوروں میں سے کسی ایک قسم کے جانور کو حکم الٰہی اور سنت نبی ﷺ کی پیروی میں ذبح کرنا واجب ہے، جسے شرعی زبان میں اُضحِیّہ اور ہماری بول چال میں قربانی کہتے ہیں۔
- قربانی کے لیے مذکورہ بالا مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال کا پورا ہونا شرط نہیں۔
- جن لوگوں پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے، انہی پر قربانی واجب ہے اور جیسے صدقۃ الفطر اپنی ذات پر واجب ہوتا ہے، اہل و عیال کی طرف سے از خود دینا نفلی عبادت ہے، ایسے ہی قربانی بھی صرف اپنی ذات پر واجب ہے۔البتہ دوسرے کی طرف سے ثواب کے طور پر یا وکیل بن کر قربانی کرنا درست ہے۔
- کسی کے پاس بالکل مال نہ تھا، لیکن اچانک کسی طرح دسویں کی صبح کو یا بارہویں کو غروب آفتاب سے پہلے مذکورہ بالا مالیت حاصل ہوگئی تو اس پر قربانی واجب ہے۔

● ایسے شخص نے کسی کی غیر موجودگی میں اس کی طرف سے اجازت کے بغیر قربانی دے دی وہ ادا نہ ہوئی، بلکہ غائب پر بدستور واجب رہے گی۔

● صاحب مال آدمی اگر مقروض ہے تو ادائے قرض کے بعد مذکورہ بالا مالیت باقی بچے تو قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

● اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہ تھی اور اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا اور ایسے ہی کسی نے کوئی منّت مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں قربانی دوں گا اور اتفاقاً وہ کام بھی ہوگیا، تو اس پر قربانی واجب ہوگئی لیکن منت والی قربانی کا گوشت خواہ وہ امیر کی طرف سے ہو یا غریب کی طرف سے نہ خود کھانا جائز ہے اور نہ ہی صاحب حیثیت افراد کو کھلانا، کیونکہ منت بھی ایک صدقہ ہے اور صدقہ مساکین اور فقراء کا حق ہوتا ہے، اگر بھول کر کھالیا یا کھلا دیا' تو اتنی ہی مقدار میں مزید گوشت خیرات کرنا واجب ہوگا۔

● مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ البتہ سفر میں کسی جگہ پندرہ دن تک ٹھہرنا ہوگیا تو قربانی واجب ہوگی۔

● دیہات میں رہنے والوں کے لیے نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہے۔

● شہر اور قصبوں میں رہنے والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے سے پہلے قربانی جائز نہیں۔

● اگر کسی شخص نے قربانی میں اتنی تاخیر کردی کہ بارہویں تاریخ کو غروب آفتاب تک بھی قربانی نہ کرسکا، اگر جانور خرید چکا تھا، تو وہی جانور خیرات کردے، اگر جانور نہیں خریدا تھا، تو ایک بھیڑ یا بکری کی قیمت خیرات کردے۔

● اگر کسی نے قربانی کا جانور پالنے کے لیے کسی کو دے دیا تو پالنے والا اس کا مالک نہیں ہوسکتا، نہ ہی اسے بیچ سکتا ہے۔ بیچنا ہو تو اصل مالک کی اجازت حاصل کرنا ہوگی۔

قربانی کے جانور: بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی، بیل، گائے، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی' ان چھے حلال جانوروں میں سے ایک قسم کا جانور ہونا ضروری ہے، ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی جائز نہیں۔

قربانی کے جانور کی عمر: اس ترتیب کے مطابق ہونی چاہیے۔ بکرا، بکری' ایک سال، گائے، بیل، بھینس، بھینسا' دو سال، اونٹ، اونٹنی پانچ سال کا ہونا ضروری ہے البتہ بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، دنبی اگر اتفاقاً تندرست اور موٹے تازے ہوں کہ ایک سال کی عمر والے ہم جنسوں میں چھوڑ دینے سے دونوں میں کوئی فرق معلوم نہ ہو، تو ایسے چھ مہینے کے دنبے، دنبی، مینڈھا، بھیڑ کی قربانی جائز ہوگی بصورت دیگر ان کے لیے ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔

قربانی کے جانور کی کیفیت: قربانی کا جانور خوب صحت مند موٹا تازہ، بے عیب ہونا چاہیے۔ اگر کچھ دبلا پتلا ہو تو جائز ہے لیکن ایسا مریل جانور جس کو سہارا دے کر چلایا جائے، قربانی کے لیے جائز نہیں۔

قربانی کا جانور ان عیوب سے پاک ہونا چاہیے: ٹوٹے ہوئے سینگ نہ ہوں۔ ایک کان کا تہائی سے زائد حصہ کٹا ہوا نہ ہو۔ اندھا نہ ہو، یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی یا تہائی سے زائد روشنی ضائع نہ ہو۔ جس کا ابتدا سے کوئی دانت نہ ہو۔ جس کی تہائی یا تہائی سے زائد دُم کٹی ہوئی نہ ہو۔ مرض یا چوٹ وغیرہ کے سبب لنگڑا نہ ہو کہ صرف تین پاؤں پر چل سکے اور چوتھا پاؤں زمین پر نہ رکھ سکے اور گھسٹتا رہے۔ مادہ حاملہ نہ ہو۔

قربانی کے جانور میں حصہ:

● بکرا، بکری، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، دنبی' ان میں حصہ داری نہیں ہوسکتی، گائے بیل بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی میں سات افراد

حصہ دار بن سکتے ہیں، سات سے زائد کی قربانی جائز نہ ہوگی۔

- جس جانور میں سات افراد شریک ہوں، سب کو برابر تول کر گوشت تقسیم کرنا چاہیے کمی بیشی سے تقسیم جائز نہیں۔
- قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل سنت اور مستحب ہے، خود نہ کر سکتا ہو تو پاس کھڑا ہونا بہتر ہے، قربانی کے لیے افضل دن دسویں کا ہے۔ باقی دو دنوں میں بھی درست ہے۔ قربانی کا صحیح وقت دن کا ہے، رات کو کرنا بہتر نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات صحیح ذبح نہیں ہو سکتا، ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

ذبح کے وقت دعا:

﴿اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ O اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ O لَا شَرِیۡکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ O﴾

اَللّٰھُمَّ مِنۡکَ وَلَکَ بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہہ کر جانور کو ذبح کرے اور مکمل دعا یاد نہ ہو تو صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ اَللّٰھُمَّ مِنۡکَ وَلَکَ بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَر ۔ بغیر تکبیر کہے ذبح کرنا جائز نہیں۔ جب ذبح کر چکے تو پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلۡهُ مِنِّیۡ ''اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے پسند اور منظور کر لیجیے۔'' اگر اپنے سوا کسی اور کی طرف سے بغرض ثواب یا بطور ادائے فرض دینا ہو تو ''مِنِّیۡ'' کی جگہ ''مِنۡ'' کے بعد اس شخص کا نام لے، جس کی طرف سے دے رہا ہے۔ پھر آگے یہ الفاظ کہے: کَمَا تَقَبَّلۡتَ مِنۡ حَبِیۡبِکَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیۡلِکَ اِبۡرَاهِیۡمَ عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ۔

''جیسے کہ آپ نے اپنے پیارے حضرت محمد ﷺ اور اپنے خاص دوست حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قربانی پسند فرمائی۔''

قربانی کی کھال یا اس کی قیمت کا مصرف:

قربانی کے جانور کی کھال قصاب وغیرہ کو مزدوری میں دینا جائز نہیں۔ کھال یا اس کی قیمت مستحقین میں خیرات کر دیں۔ دینی مدارس کے مسافر طلباء بھی اس کے مستحق ہیں۔ عصر حاضر میں طاغوتی اور سامراجی قوتوں کے دینی مدارس کے خلاف عزائم و منصوبوں کو ناکام بنانے اور مدارس کے مالی استحصال کا مقابلہ کرنے کے لیے مدارس ہی ان کا بہترین مصرف ہیں۔

گوشت کی تقسیم:

گوشت کے مختلف حصے کر کے بہتر تو یہ ہے کہ تول کر تقسیم کرے۔ غرباء، مساکین، یتامیٰ، مسافر اور اپنے عزیز واقارب واحباب سب کو دے۔ کھال، رسی، زنجیر، گھنگرو، جھانجر، دوپٹہ یا گوشت بطور مزدوری دینا جائز نہیں۔ مزدوری نقد طے کرنا چاہیے۔ یہ تمام چیزیں یا ان کی قیمت صدقہ کر دے۔

نمازِ عید کے متعلق کچھ باتیں:

شب عید کو نوافل ادا کرنا، توبہ استغفار کرنا، عید کے لیے اوّل وقت میں نہانا، اپنی حیثیت کے مطابق اچھے کپڑے پہننا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا سنت ہے۔ نماز کے لیے ایک راستہ سے جانا اور راستہ بدل کر آنا سنت ہے، راستہ میں ان تکبیرات کا مناسب آواز میں پڑھنا سنت ہے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ۔ قربانی کرنے والے کے لیے بہتر ہے کہ نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھائے۔

ترکیب نمازِ عید

پہلی رکعت:

تکبیر تحریمہ یعنی پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں، سبحانک اللّٰھم تمام پڑھیں، پھر تکبیریں کہیں پہلی اور دوسری تکبیر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں' تیسری تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، پھر امام قرأت کرے گا، باقی حسبِ معمول پوری کریں۔

دوسری رکعت:

جب امام فاتحہ اور سورۃ پڑھ چکے' تو امام کے ساتھ چار تکبیریں کہیں پہلے تین مرتبہ تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں اور کھڑے رہیں چوتھی تکبیر کہنے پر رکوع میں جائیں۔ باقی ارکان حسبِ معمول پورے کریں اور سلام کے بعد دعا مانگ لیں۔

خطبہ عید:

جیسے جمعہ میں نماز سے پہلے خطبہ سننا واجب ہے۔ اسی طرح عیدین میں نماز کے بعد خطبہ سننا بھی واجب ہے۔ خطبہ سنے بغیر عیدگاہ سے جانا گناہ ہے۔ عیدین کو جماعت کے ساتھ ہی ادا کرنا چاہیے۔ جماعت چھوٹ جانے کی صورت میں قضاء لازم نہیں ہوگی۔

تکبیر التشریق:

ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو نمازِ فجر کے بعد سے تیرہویں کی نمازِ عصر تک پانچ دنوں کے وقت کو ''ایام التشریق'' کہتے ہیں۔ ان دنوں میں اکیلے یا با جماعت ہر فرض نماز کے بعد اونچی آواز کے ساتھ ایک بار ''تکبیر التشریق'' کہنا واجب ہے۔ تکبیر یہ ہے: **الله اکبر ،الله اکبر ،لااله الا الله و الله اکبر ،الله اکبر ،و لله الحمد**

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل اور یوم الحج کا روزہ:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے عشرہ ذوالحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔ اس عشرہ میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔'' (ترمذی وابن ماجہ)

قرآن کریم میں سورۃ والفجر میں اللہ تعالیٰ نے دس خاص راتوں کی قسم کھا کر ان کی اہمیت ظاہر فرمائی ہے۔ امت کے جمہور علماء کے نزدیک ان دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ ذوالحجہ کی آٹھویں اور نویں تاریخ کی درمیانی رات عبادت میں مشغول رہنا اور نویں تاریخ میں یوم الحج یا یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اس رات اور دن کی بڑی فضیلت ہے۔ ۹/ذی الحجہ کا روزہ رکھنے سے گزشتہ ایک سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان عبادات اور فرائض واجبات کو ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

واللّٰہ الموفق وھوا المستعان وعلیه التکلان

☆☆☆

درس حدیث
مولانا مشتاق احمد

جمعۃ المبارک کی فرضیت

’’عَنْ جَابِر بن عبداللّٰه قَال خَطَبَنَا رسولُ اللّٰه ﷺ فقال یا ایّها الناسُ تو بوااِلی اللّٰہِ قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا وَبَادِرُوا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ قبل اَنْ تُشْغَلُوْا وَصِلُوْا الَّذِی بینکم وَبَین ربّکم بِکثرۃِ ذکرکُم له و کثرۃ الصدقۃ فی السرّ والعلانیۃِ تُرزقوا وتُنصَرُوا وتُجْبَرُوا واعلموا ان اللّٰه قد افترض علیکم الجمعۃ فی مقامی هٰذا فی یومی هٰذا فی شهری هٰذا من عامی هٰذا الی یوم القیامۃ فمن ترکها فی حیاتی او بعدی وله امام عادل او جائرٍ اِستِخْفَافاً بها ا جحوداً لها فلا جمع اللّٰه له شمله ولا بارک له فی امره اَلَا وَلَاصلاۃ له ولا زکوٰۃ له ولا حجّ له ولا صوم له ولا برّ له حتّٰی یتوب فمن تاب تاب اللّٰه علیه الا تؤمَّنَّ امرأۃ رجلاً ولا یؤم اعرابیّ مهاجرًا ولا یؤم فاجر مؤمنا الا ان یقهرۃ بسلطان یخاف سیفه و سوطه‘‘. (باب فی فرض الجمعۃ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر۱۰۸۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضور ﷺ نے خطبہ دیا پس آپ نے فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو، دنیوی مصروفیات سے پہلے نیک کام کرنے میں جلدی کرو اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنے کے ساتھ اور اعلانیہ و پوشیدہ طور پر بکثرت صدقہ کرنے کے ساتھ اپنے رب کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ تمہیں رزق دیا جائے گا، تمہاری مدد کی جائے گی، تلافی مافات کی جائے گی۔ جان لو بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کیا ہے اس دن اس مہینہ اور اس سال سے لے کر قیامت تک۔ پس جس نے نماز جمعہ چھوڑ دی میری زندگی یا میرے بعد اور اس کا امام عادل ہو یا غیر عادل ہو جمعہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یا اس کا انکار کرتے ہوئے، اللہ اس کے متفرق کاموں کو جمع نہ کرے اور اس کے لیے اس کے کاموں میں برکت نہ دے۔ اس کی نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور کوئی نیکی قبول نہیں ہے جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ جو توبہ کرے گا اللہ اسکی توبہ قبول نہ کرے گا۔ خبردار کوئی عورت کسی مرد کی، کوئی دیہاتی کسی مہاجر کی اور کوئی فاسق کسی مؤمن کی امامت نہ کرے مگر اس صورت میں کہ بادشاہ اسے مجبور کرے، اسے بادشاہ کی تلوار اور کوڑے کا خوف ہو۔

اس حدیث سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں

(۱) توبہ کا حکم: موت سے پہلے پہلے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے اور چونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے اس لیے گناہوں سے توبہ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور انسان توبہ سے محروم رہ جائے۔

(۲) اعمال صالحہ کا حکم: اس سے پہلے کہ دنیوی مصروفیات انسان کا گھیراؤ کرلیں فرصت وفراغت سے فائدہ اٹھا کر نیک اعمال کرنے چاہئیں۔ یہ نفلی عبادات کے متعلق حکم ہے فرض عبادات تو چاہے کتنی ہی مصروفیات کیوں نہ ہوں، کسی حال میں معاف نہیں ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا مقرب بننے کا حکم: ایک مسلمان کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلق مضبوط کرنا چاہیے۔ یہ تعلق مضبوط کرنے کے دو طریقے حضور ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔(۱) کثرت ذکر جس کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ تیری زبان ہر وقت ذکر سے تر رہنی چاہیے(۲) اعلانیہ وخفیہ طور پر کثرت سے صدقہ خیرات کرنا چاہیے۔اس کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ جہاں یہ امید ہو کہ میرے اعلانیہ صدقہ دینے سے دوسروں کو بھی ترغیب ہوگی وہ بھی صدقہ دیں گے وہاں اعلانیہ صدقہ کرنا چاہیے اور اگر اجتماعی معاملہ نہ ہو انفرادی طور پر صدقہ دینا ہو تو پوشیدہ دینا چاہیے اور کثرت سے دینا چاہیے۔کثرت ذکر اور صدقہ کے اس حدیث میں تین دنیوی فوائد بیان کیے گئے ہیں۔(۱) رزق فراخ کیا جائے گا۔(۲) اللہ تعالیٰ کی مدد نصیب ہوگی (۳) دنیوی نقصانات کی تلافی ہوگی۔ایک دوسری حدیث میں صدقہ کرنے کا ایک فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ صدقہ کرنے سے آنے والی مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔

جمعۃ المبارک کی فرضیت: حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن سے تم پر جمعہ فرض ہے قیامت تک فرض رہے گا۔

جمعہ چھوڑنے والے کے لیے بددعا: حضور ﷺ نے رحمت کائنات ہونے کے باوجود جمعۃ المبارک چھوڑ دینے کی عادت بنا لینے والے کو بددعا دی ہے کہ اللہ کرے اس کے منتشر کام جمع نہ ہوں یعنی وہ پریشان رہے اسے سکون نہ ملے۔

جمعہ چھوڑنے کی فوری سزا: جمعہ چھوڑنے کی عادت بنا لینے والے کے دوسرے اعمال بھی قبول نہیں ہوتے، اس کی نماز روزہ حج زکوٰۃ اور دیگر نیکیاں اس کی توبہ تک موقوف رہتی ہیں جب وہ جمعہ چھوڑنے کے گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دوسرے نیک اعمال بھی قبول فرما لیتے ہیں۔

نماز کی امامت ناجائز ہونے کی چند صورتیں:

(۱) عورت امام اور مرد مقتدی ہو۔حضور ﷺ نے اس سے منع کیا۔امریکہ و یورپ میں کچھ عرصہ پہلے یہ بحث چلی۔بعض تجدد پسند عورتوں نے جماعت کرائی اور اسے بعض تجدد پسند حضرات خصوصاً صحافیوں نے خوب اچھالا۔ان عورتوں کی یہ حرکت اور صحافیوں کی طرف سے ان کا دفاع دونوں ہی خلاف اسلام ہیں، حال ہی میں ایک عورت کی تصویر اخبارات میں شائع ہوئی ہے، وہ ننگے سر اور جوتے، پینٹ شرٹ پہنے ہوئے اذان دے رہی ہے۔یہ دین کی خدمت نہیں، دین سے مذاق ہے۔

(۲) دیہاتی کسی مہاجر کی امامت نہ کرائے۔دیگر روایات سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجر سے غالباً شہری مراد ہے۔دیہاتی عموماً کم علم اور شہری عموماً صاحب علم ہوتے ہیں مقصد یہ ہے کہ ایک کم علم شخص، علم والوں کا امام نہ بنے۔یہ مسئلہ بھی واضح رہے کہ اگر ایک مسجد میں امام متعین ہے تو اس کی رضامندی کے بغیر کوئی دوسرا شخص امام نہیں بن سکتا۔

(۳) فاسق فاجر شخص، متقی لوگوں کا امام نہ بنے۔اگر بنے گا تو نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔

اضطراری حالت کا حکم: آخری صورت سے اضطراری حالت کا استثناء کیا گیا کہ اگر حاکم وقت ایک فاسق کو امام بننے پر مجبور کرے اور فاسق کو حکم عدولی کی صورت میں قید و بند یا جان کا خوف ہو تو جائز ہے۔

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن)

فَاتَا هُمُ اللّٰهُ مِنۡ حَيۡثُ لَمۡ يَحۡتَسِبُوۡا

''تو اللہ اُدھر سے اُن پہ آن پہنچا جدھر سے گمان ہی ان کو نہ تھا۔'' (القرآن)

طالبان کا اپنے نزدیک قلع قمع کر کے جب ۲۰۰۳ء میں امریکی برطانوی حکومتوں نے عراق کی سیدھ باندھی اور دنیا بھر کی سُنی اَن سُنی کرنے کا رُخ دکھایا تو برطانیہ کے سمجھداروں نے جنگِ عظیم اوّل کے حوالہ سے ۱۹۲۰ کا تجربہ یاددلایا کہ کس طرح عراق کے قوم پرستانہ جذبے نے برطانیہ کو مجبور کر دیا تھا کہ اس سرزمین پر مزید سامراجی عزائم سے دستبردار ہو اور رختِ سفر باندھے۔ مگر کچھ ایسی چڑھی ہوئی تھی (چڑھائی ہوئی جس کی بھی ہو) کہ بُش تو کیا بلیر نے بھی سن کے نہ دیا۔ اور بزن بول دیا گیا۔ سمجھا یہ گیا تھا کہ اس وقت کے حالات اور ہیں کُرد تو پہلے ہی سے ممنونِ احسان ہو کر جیب میں ہیں۔ اور شیعہ جو ۱۹۹۱ء کی ناکام بغاوت کا زخم کھائے پڑے ہیں، اور انہیں کے پچاسوں نمائندے واشنگٹن میں برسوں سے پڑے پاؤں پکڑ رہے ہیں کہ خدا کے لیے اُدھر چل' کہ ہمیں صدام سے نجات دلایئے، وہ بھی لازماً اھلاً وسہلاً مرحبا کہتے، ہار پھول لیے فرشِ راہ ہو جائیں گے۔ مگر صدام حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی یہ خواب جو محض ایک خواہش مندانہ (Wishful) خواب تھا' بے مزہ ہونا شروع ہو گیا۔ شیعہ اکثریت کا علاقہ ایران سے ملتا اور گہرا ایرانی نفوذ رکھتا تھا۔ اور ایران سے امریکہ کے تعلقات کی نوعیت معلوم! پھر صدام حکومت کے خاتمہ اور سرکاری مزاحمت کے میدان سے غائب ہو جانے پر مزاحمت کا ایک نیا عنصر وہاں رضا کار مجاہدین کی شکل میں رونما ہوا، اور کچھ ایسا ''ابابیلوں' والا کردار انھوں نے ادا کرنا شروع کیا کہ خواب کے بالکل ہی چکنا چور ہونے کی داغ بیل وہاں سے پڑ گئی۔

اس نئی مزاحمت کا مرکز عراق کا شیعہ فلوجہ تھا۔ اس مرکز کی کارکردگیوں سے بھنّا کر جب اس کو تہس نہس کر دینے کی ٹھانی گئی اور جو ٹھانی تھی وہ باوجود رمضان ہونے کے پوری بے رحمی اور بیدردی سے تکمیل کو پہنچائی گئی مگر عین انہیں دنوں میں کہ اس شہر فلوجہ کو بزعمِ خود نشانِ عبرت بنا کے رکھ دیا گیا تھا۔ برطانوی پریس کے ممتاز تجزیہ نگار Jenkins Simon نے ۷/نومبر ۲۰۰۴ء کے اخبار ''دی ٹائمز'' لندن میں عراق پر امریکی چڑھائی کو ماسکو پر نپولین بونا پارٹ کی چڑھائی سے تشبیہ دیتے ہوئے اس وقت کے ایک روسی جنرل کا یہ قول امریکی صدر بش اور ان کے ساتھ لگ جانے والے اپنے وزیرِ اعظم مسٹر بلیر کو یاد دلایا تھا کہ '' ماسکو ایک اسپنج ہے جو نپولین کو چوس کر رکھ دے گا۔'' (that will suck Napoliean......dry) اور لکھا کہ یہی اسپنج کا وہ رول ہے جو سُنی عراق امریکہ کے سلسلہ میں ادا کر رہا ہے۔ آگے مضمون ختم کرتے ہوئے جینکنس نے لکھا کہ:

''کسی کو نہیں خبر ہے کہ عراق میں کیا ہونے جا رہا ہے، اربابِ حکومت میں تو یقیناً کسی کو نہیں۔ سو ہم بس

امید ہی لگا سکتے ہیں کہ جارج بش مارکاٹ کی مشق سے جلد ہی تھک جائیں گے اور اپنی فوج اس وقت سے پہلے کہ ان کا یہ آخری صدارتی ٹرم بدانجامی پر تمام ہو عراق سے نکالیں گے۔''

''No body knows what is going to happen in Iraq. Certainly no body in any government . We can only pray that Georg Bush will soon tire of the killing and with draw his troops before his final term of office is belighted by it."

(The Times London 17.Nov.2004)

اور اب تک کی ساری سازیوں، لن ترانیوں اور ''میں نہ مانوں'' کے باوجود بالآخر یہی ہونے کے کھلے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ زبان سے بے شک ہار نہ ماننے اور کام پورا کر کے رہنے کی باتیں ہوتی رہیں، لیکن اندر کیا ہوتا رہا، وہ بھی بالآخر باہر آ گیا۔ امریکی کانگریس کی ایک ایسی اعلیٰ سطحی کمیٹی، جو خود صدر بش کی منظوری سے، ان کی پارٹی کے نہایت سینئر رکن۔ ان کے والد کے دورِ صدارت کے وزیرِ خارجہ، مسٹر جیمس بیکر، کی سربراہی میں عراق کے مسئلہ کا جائزہ لینے اور سفارشات پیش کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی، اس کمیٹی نے اخباری رپورٹ کے مطابق (جس کی تردید نہیں کی گئی) صورتِ حال کا جائزہ یہ پیش کیا ہے کہ عراق سے جلد از جلد نکل آنے کی راہیں اختیار کرنے کے سوا کوئی گنجائش امریکہ کے لیے نہیں رہ گئی ہے اور کئی متبادل تجویزیں اس سلسلہ میں اس نے پیش کی ہیں۔ اور یہی بلکہ اس سے بھی گئی گزری صورتِ حال برطانیہ میں ہے۔ برطانیہ فوج کے حال ہی میں تقرر یافتہ سربراہِ اعلیٰ جنرل سر رچرڈ ڈینٹ نے تمام روایات سے باہر جا کر اسی ماہ اکتوبر میں پبلک طور کہہ ڈالا ہے کہ عراق کی صورت حال وہاں موجود برطانوی فوج کے لیے ناقابلِ برداشت ہو چکی ہے۔ ہمیں وہاں سے جلد از جلد نکل آنا چاہیے۔ یہ وہ بات تھی جسے آئین و قانون پسند برطانیہ میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اور حزبِ مخالف کے سابق اہم لیڈروں میں، اس سوشل ڈیماکریٹک پارٹی کے سابق سربراہ، لارڈ پیڈی ایش ڈاؤن نے، جو اوّل دن سے عراق مہم کی مخالف تھی، جنرل کے اس بیان کو قطعی طور آئین شکنی قرار دیتے ہوئے اپنی پارٹی سے کہا ہے کہ اسے جنرل کے اس آئین شکن بیان سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے۔

یہ بات پیڈی ایش ڈاؤن سے پہلے پرائم منسٹر بلیر کے کہنے کی تھی جن کے ماتحت سر ڈینٹ کام کر رہے ہیں۔ مگر یہ وہ وقت تھا کہ مسٹر بلیر میں پرائم منسٹر والا طنطنہ ختم ہو چکا تھا۔ پارٹی کے اندر عراقی مہم جوئی کی سرگرم مخالفت کے مقابلہ میں اب تک وہ ایک اندازِ بے اعتنائی کا اظہار اس بنیاد پر کرتے چلے آ رہے تھے کہ اکثریت بہرحال ان کے ساتھ تھی۔ لیکن امسال ستمبر کی سالانہ کانفرنس کا موقع آتے آتے انہیں اندازہ ہو گیا کہ اب پارٹی میں انہیں عراق پالیسی کے حوالہ سے ایک بوجھ اور Liability سمجھنے والوں کا حلقہ وسیع ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کانفرنس میں وہ مخالفین کے مطالبہ کی تعمیل میں لیڈر شپ سے دستبرداری کے سلسلہ میں اس اعلان پر مجبور ہو گئے کہ ۱۲ مہینے کے اندر وزارتِ عظمیٰ چھوڑ دیں گے۔ یہ ہے حالات کا وہ پس منظر (جس میں اب وہ بس نام کے وزیرِ اعظم تھے) کہ ان کے ماتحت فوجی سربراہ کو کوئی دِقت وہ کہنے میں نہیں رہتی تھی

جو اس نے کہہ دیا۔ اور بلیر اپنے اندر بوتا نہیں پا سکتے تھے کہ اس پر احتساب کا قدم اٹھائیں۔ (اب تک وہ دستبرداری کی تاریخ نہ دینے کا یہی جواز دیتے تھے کہ اس سے حکومت کی اتھارٹی کمزور ہو جائے گی) مگر سیاستدان منجھے ہوئے تھے۔ احتساب کے بجائے موصوف نے جنرل ڈینٹ کی بات کا ''مطلب'' بیان کیا، جس کو لوگوں نے سمجھا نہیں تھا، اور کہا کہ وہ کمانڈر جنرل سے حرف بحرف متفق ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور ٹرک (Trick) بھی انہوں نے پبلک توجہ اس مسئلہ سے ڈائیورٹ کر کے دوسری سمت لگانے کے لیے کھیلی اور وہ بھی یہی کہہ رہی تھی کہ ڈوبتا اس وقت ہر شئے کا سہارا لینے کی راہ پر ہے۔ ملک کے بالکل انٹیریر (مقامی اصطلاح میں کنٹری سائڈ) کے ایک جونیر اسکول کی ایک اسسٹنٹ ٹیچر مسلم خاتون کے بارے میں انہیں دنوں خبر نکلی تھی کہ کلاس میں بھی چہرہ پر نقاب رکھنے کے اصرار پر ان کو معطل کر کے معاملہ متعلقہ ٹریبونل کو ریفر کر دیا گیا ہے۔ انٹیریر کا قصہ تھا اور وہ بھی ایک جونیر اسکول کا، کوئی نمایاں اہمیت اس کو میڈیا میں ملنے کا سوال نہ تھا، مگر ایک ہی ہفتہ پہلے مسٹر بلیر کے سابق وزیرِ خارجہ (اور موجودہ لیڈر آف دی ہاؤس) جیک سٹرا مسلم خواتین کے نقاب پر ایک سخت ریمارک سے ایک ایشو اسے میڈیا کے لیے بنا چکے تھے۔ اس ماحول میں یہ معمولی معطلی کی خبر اخبارات کے صفحۂ اوّل کی خبر بن گئی۔ جیک سٹرا مسلم دوست شمار کیے جانے والے سینئر لیبر لیڈر رہتے۔ ان سے ہرگز ایسی بات کی سیاسی ہی نہیں اخلاقی لحاظ سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ متعدد سنجیدہ اور سینئر لیبر اور غیر لیبر لیڈروں اور ایم پیز کی طرف سے اس کی مذمت کے بیانات اخبارات میں آئے ہیں۔ بھلا کوئی سوچ سکتا تھا کہ برٹش وزیر اعظم کو ایک دور دراز ٹاؤن کے جونیر اسکول کے معاملہ میں بھی رائے زنی مناسب معلوم ہو سکتی ہے؟ پھر معاملہ بھی مسلم کیمونٹی کی نہایت نازک مذہبی حس سے تعلق رکھنے والا، کہ کیمونٹی میں خاتون کے نقاب پر اصرار سے اتفاق اور عدم اتفاق سے قطعِ نظر شدید برہمی اس معاملہ کو ایشو بنانے پر ہے۔ اس سب کے باوجود مسٹر بلیر نے اسی پریس کانفرنس میں جس میں وہ سرڈینٹ کے ریمارکس پر اظہارِ خیال کر رہے تھے اس جونیر اسکول والے معاملہ میں بھی سوال کا جواب دیتے ہوئے اسکول اتھارٹیز کے اقدام کی حمایت کا برملا اظہار کر ڈالا۔ (۱۸؍اکتوبر کے گارڈین میں پریس کانفرنس کی خبر کی سرخی تھی: "Blair backs suspension of class assistant in debate over veil") کہاں وزارتِ عظمٰی کا منصب اور کہاں یہ جونیر سکول کا قضیہ؟ مگر یہ موقع یقیناً خوب تھا کہ ایک ڈیبیٹ، اچھی یا بری، جو ملک کا مرکزِ توجہ بن رہی ہے۔ اس کی آنچ اپنے ریمارکس سے تیز تر کر دی جائے کہ سرڈینٹ کے ریمارکس اس میں گم ہو جائیں۔

خیر، عراق میں صورتِ حال یوں تو بہت دن سے صاف دکھا رہی تھی کہ امریکہ اور برطانیہ کو دعا کی ضرورت ہے۔ مگر یہ صورت جو اس ماہ اکتوبر ۲۰۰۶ء میں رونما ہوئی اس میں صاف دخل افغانستان کی تازہ صورتِ حال کو ہے، جس نے دو ہی مہینے کے اندر امریکہ اور اس کے اتحادیوں، خاص کر برٹین کی نیندیں خراب کر دی ہیں اور رائے عامہ بآوازِ بلند پکارنے لگی کہ بس بہت ہو گیا، اب گھر کو آؤ۔ اپنے نزدیک یہ لوگ طالبان کا ''مردہ'' دفن کر آئے تھے۔ اور اتنا وقت گزر گیا تھا کہ

ان کی مُردنی کی طرف سے اطمینان ہو چکے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فقط اس اطمینان کا نتیجہ تھا یا کچھ مصالح کا تقاضا ہوا (اور ہونا مصالح ہی کا تقاضا چاہیے کہ تباہ کر کے تعمیر کے کام میں بڑی منفعت بین الاقوامی خزانہ سے ملتی ہے) الغرض وہاں تعمیرِ نو (Reconstruction Work) کی مہم شروع کرنے کے لیے موزوں نوعیت کے فوجی یونٹ بھیج دیئے گئے۔ اوران یونٹوں کو مردہ سمجھے گئے طالبان سے جونا گاہ واسطہ پڑا تو وہ ایسا واسطہ ثابت ہوا کہ برطانوی کمانڈر جن کے ہاتھ میں وہاں کے کام کی سربراہی تھی بے تکلف اور بآوازِ بلند چلا رہے ہیں کہ ایسی سخت (صحیح لفظوں میں ہوش رُبا) مزاحمت ہے کہ سوچا ہی نہیں جاسکتا تھا۔

یہاں جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال کی بات یاد آتی ہے جو دسمبر ۲۰۰۴ء کے نگاہِ اوّلین میں نقل ہوئی تھی اور بالکل قلندرانہ ثابت ہوئی جارہی ہے۔ یہ غالباً جون ۲۰۰۴ء کا وقت تھا، ہمارے استاذ زادہٗ محترم مولانا سمیع الحق کی کتاب متعلقہ جہادِ افغانستان کی تقریبِ رونمائی میں حصہ لے رہے تھے۔ اس تقریب کے حوالہ سے الفرقان میں نقل کیا گیا تھا کہ:

> ''مذکورہ تقریب میں کی گئی تقریر کی رپورٹ کے مطابق جاوید اقبال صاحب نے روس (سوویٹ یونین) کی تحلیل کے نتیجہ میں بیلنس آف پاور ختم ہوجانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ نے جو چنگیزیت اختیار کر رکھی ہے۔ وہ اسی (خلا) کا نتیجہ ہے۔ اور پھر سوال اٹھایا کہ اس کا مقابلہ جو دنیا کی ایک ناگزیر ضرورت ہے' کیسے کیا جائے؟ اس ضمن میں وہ روس، چین اور یورپ کو فی الحال بے بس محسوس کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچنے کا اعلان کرتے ہیں کہ یہی چیز جسے اس وقت ٹیررازم کہا جارہا ہے۔ یہ دراصل اس خلا کو اس وقت پُر کررہی ہے۔ موصوف کے اپنے الفاظ میں: ''یہی ٹیررازم جو اسے وہ کہتے ہیں، یا میں اُسے جہادِ اسلامی کہتا ہوں۔ یہ جاری رہے گا۔ اور اسی وجہ سے میرے نقطۂ نگاہ کے مطابق یہ (جہاد) دنیا کو بیلنس آف پاور فراہم کررہا ہے......''

تو فرزندِ اقبال کی بات واقعی قلندرانہ ثابت ہوئی جارہی ہے۔ وقت کے چنگیزوں پر ضیق کا عالم طاری ہے کہ کیونکر اپنے ہی بُنے ہوئے جال سے نجات کی راہ پائی جائے؟ اور اللہ جب چاہتا ہے تو ظالموں پر ابابیلوں کے ہاتھ سے بھی راہِ فرار بند کر دیتا ہے۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

سید محمد معاویہ بخاری

بے جا گھمنڈ، حسنِ ظن اور خوش فہمیاں

مخالف قوتوں سے ہمہ وقت برسرِ پیکار رہنا، محاذِ جنگ کو ولولہ انگیز نعروں سے گرمائے رکھنا یقیناً حربی لوازم میں سے ہے لیکن مدمقابل قوت کی شاطرانہ چالوں پر کڑی نگاہ رکھنا اور ہر لمحہ بدلتی صورت حال کے مطابق حکمت عملی ترتیب دیتے رہنا بھی جنگ کے بنیادی قواعد میں شامل ہے۔ ماہر سپہ سالار کے بروقت اور صحیح فیصلے ہی محاذ پر کامیابی کے راستے ہموار کرتے ہیں۔ لشکر سپاہ کی ہمت وشجاعت، صبر واستقامت اور اس کا جذبہ وولولہ اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں لاسکتا جب تک ان خصوصیات کو ماہرانہ حکمت عملی کے تحت بروئے کار نہ لایا جائے۔ کسی بھی عسکری کمانڈر اور مذہبی وسیاسی رہنما کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ صرف اس کی بہادری، قوت ایمانی یا سیاسی بصیرت فتح وکامرانی کی ضامن کبھی نہیں بن سکتی بلکہ اس کے لیے پورے لشکر کی مجموعی کیفیات کا ایک نکتے پر مرکوز ہونا بھی لازمی ہے ورنہ ضرورت سے زیادہ حسن وظن او رخوش فہمیاں تباہ کن نتائج پیدا کرسکتی ہیں۔ قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں گواہی دیتی ہیں کہ خوش فہموں نے اپنی حماقتوں کی بڑی قیمتیں چکائی ہیں صرف سلطنتیں ہی نہیں اجڑیں مملکتیں بھی تباہ ہوگئیں، تعلیم وتعلم کے شعبے بانجھ اور فکر ونظر کے حوالے تاراج ہوئے۔ قومیں بھی زوال ووبال سے نہیں بچ سکیں۔ مذہب، سیاست، تہذیب وتمدن اور اقتصاد ومعاد کی فلک بوس برجیاں بھی زمیں بوس ہوگئیں ہوس اقتدار میں ہلکان ہوتے حکمرانوں کو اگر ان کے یک طرفہ جبری فیصلے لے ڈوبے تو مذہبی پیشواؤں کو ان کی گمراہ کن اور بے دلیل مصلحت بینی نے پچھاڑ دیا۔ اہل سیاست کو جھوٹ، مکر وفریب اور لوٹ مار نے رسوا کیا تو تہذیب وتمدن کے چمن بے حیائی، عریانی وفحاشی کی بادسموم نے جھلسا دیئے۔ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ ہر شعبہ سے منسلک گروہ خوش فہم تھا، غلط فہمی میں مبتلا تھا، انہیں گھمنڈ تھا کہ جو کچھ وہ کررہے ہیں، حالات کی نزاکت ومناسبت سے بالکل درست ہے۔ وہ حسنِ ظن رکھتے تھے کہ ان کے بدترین دشمن غلبہ ملنے پر بھی انہیں معاف کرکے گلے لگالیں گے مگر ایسا کبھی نہیں ہوا۔

آج اکیسویں صدی کا چھٹا برس اپنے اختتام کی جانب گامزن ہے اور اہل پاکستان بھی مذکورہ بالا صورت حال سے دوچار ہیں۔ حکمرانوں کو خوش فہمی ہے کہ وار اون ٹیرر کا ہارا ہوا جواری انہیں ترقی وعروج کی نئی رفعتوں سے ہمکنار کرانے جارہا ہے اس خوش فہمی کے سحر نے مقتدروں کو اس طرح جکڑا ہے کہ وہ نوشتہ دیوار بنی حقیقتوں کو دیکھنے، سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم نظر آتے ہیں۔ شمالی وجنوبی وزیرستان، باجوڑ، درگئی اور بلوچستان میں یک طرفہ اور تباہ کن فیصلوں کے تحت جو کچھ ہو چکا یا کیا جاچکا ہے وہ نفرت وتقسیم کے بیج بونے کے مترادف تھا۔ یہ بات کبھی نہیں سمجھی گئی کہ بارود کی برسات میں تعمیر ہونے

والی شاہراہیں کہیں نہیں پہنچیں گی۔ ڈیم زمینیں سیراب نہیں کریں گے۔ سنگلاخ وادیوں کے مکین کبھی موم نہیں کیے جاسکیں گے۔ ان کے دل و دماغ میں کھنچ جانے والی گہری لکیر کبھی مٹائی نہیں جاسکے گی۔ ناہموار بستیوں میں صنعت وحرفت کے قیام کا لالچ، بہہ جانے والے خونِ ناحق کا نعم البدل نہیں بن سکے گا ہمارے مقتدر تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں کہ کثیر سرمائے کی کھپت سے گوادر میں عیش گاہیں تو تعمیر ہوسکتی ہیں مگر فوجی آپریشنوں کے بعد دلوں کے اندر ہونے والی توڑ پھوڑ کا مداوا نہیں کیا جاسکتا۔ مقتدر یہ بات سمجھنے سے بھی قاصر ہیں کہ روشن خیالی کی کوکھ سے جنم لینے والے نومرتب شدہ جدید نظامِ تعلیم سے اقبال، محمد علی جناح، محمد علی جوہر، ظفر علی خان اور شبیر احمد عثانی پیدا نہیں ہوسکتے۔ تہذیب وتمدن کی بنیاد قحبہ خانوں کی فراوانی سے نہیں رکھی جاسکتی، ثقافت کا عروج نرتکیوں اور بیسواؤں کے تال میل کا محتاج کبھی نہیں رہا۔ عہدِ جدید کی تاریک واندھی روشن خیالی کا اسلام کے نورانی وجود سے دور تک کا واسطہ بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ہمارے خوش فہم مقتدر بضد ہیں کہ وہ ایسا کر کے ہی دم لیں گے۔ معلوم نہیں کیوں مگر حکمران ہمیشہ ہی اس غلط فہمی کا شکار ہوتے چلے آئے ہیں کہ ان کے اقدامات ملک وقوم کی اکثریت کی منشاء ورضا کے عکاس ہیں۔ ایوانِ اقتدار میں بیٹھے شہہ دماغ بھول جاتے ہیں کہ ان کی تخلیق کردہ ناؤ کے بادبان فکر ونظر کے جس میٹریل سے تیار کیے جاتے ہیں وہ آزادروی کی خوش رنگ قوس و قزح سے مزین ہونے کے باوجود ناقص ہی کہلاتے ہیں۔ حالات کی تند ہواؤں سے بیچ منجدھار میں ڈولتی ملک وقوم کی ناؤ ان بے اعتبار بادبانوں کی مدد سے کنارے تک نہیں لائی جاسکتی۔ حکمرانوں کو گھمنڈ ہے کہ وہ چند ہم خیالوں کی تائید سے وہ سب کچھ کرسکتے ہیں جو ملک وقوم کی آئینی، فکری ونظریاتی ہیئت وساخت بدلنے کا موجب ہو۔ ہر حاکم کو یقین ہوتا ہے کہ اقتدار کا حریص ایک شرذمۂ قلیلہ محض چند وزارتوں کے لیے اپنی حمایت کا بوجھ اس کے پلڑے میں منتقل کردے گا۔

دوسری طرف خوش فہمیوں کا شکار ایک اور گروہ ہے جس کی پہچان دین ہے، پہچان کی انہی بیساکھیوں کے سہارے ہی وہ میدانِ سیاست میں اپنے سیاسی تشخص کی جنگ بھی لڑ رہا ہے پتہ نہیں کیوں اس گروہ کو بھی یقین ہے کہ جمہوری نظام کی بقا سے ہی ملک میں اسلام کا نفاذ ممکن ہے؛ وہ برسوں کی جدوجہد میں طالع آزماؤں کے ہاتھوں سینکڑوں بار ہزیمتیں اٹھانے اور در در رسوائی تک پہنچنے کے باوجود یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ جمہوریت اپنے نام سے آئے گی اور اسلام اپنی قدیمی روایات کے مطابق نفوذ کرے گا۔ دینی جماعتوں کے خوش فہموں کا زعم ہے کہ وہ بصیرت وبصارت سے بہرور ہیں۔ سانپ کی طرح رینگتی سازشوں کا ادراک انہیں بہت پہلے ہوجاتا ہے مگر حقائق ونتائج کا میزانیہ بتا رہا ہے کہ روائیتی جوش وجذبہ کے حامل دینی قائدین کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۹۹ء کو تبدیلی اقتدار کے اسباب ومحرکات کا ادراک دینی قائدین کی دسترس سے باہر تھا۔ وہ نائن الیون کے عظیم الشان طلسمی ڈرامے کو بھی اتفاقاتِ عالم کی فہرست میں ہی دیکھتے رہے۔ وہ جان ہی نہیں سکے کہ دہشت گردی وانتہا پسندی کی اصطلاحیں کیوں تخلیق کی گئیں۔ وہ جہادِ اکبر کی فضیلتوں کے بلند ہوتے نعروں کی ہیت ترکیبی سمجھنے سے بھی قاصر رہے۔ وہ آج بھی ماننے کے لیے تیار نہیں

ہیں کہ جن واقعات کو اتفاقات کی زنبیل سے نکالا جاتا رہا وہ ایک طے شدہ منصوبہ کے حصہ تھے۔ افغانستان پر بارود کی بارش سے لے کر حقوق نسواں بل کی منظوری تک واقعاتی ترتیب کو سامنے رکھ لیجئے کہیں کوئی جھول دکھائی نہیں دے گا لیکن خوش فہمیوں کے غباروں سے لٹکتے عباپوش قافلے ہر مرحلۂ شوق پر عنوان تذلیل بنتے چلے گئے۔ ۱۷ویں صدارتی ترمیم کو پانچ سالہ ثبات بھی خوش فہمی نے بخشا اور حدود بل پر مذاکراتی کھیل کی بنیاد بھی خوش فہمیاں ہی بنتی رہیں۔

دینی تنظیمات کے قائدین بالکل لاعلم ہیں کہ زناکاروں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے اعلیٰ سطح پر جون ۲۰۰۵ء میں ہی منصوبہ بندی کر لی گئی تھی اور اس کا اظہار ایک عالمی کانفرنس میں دعوت اجتہاد کے ذریعہ واشگاف الفاظ میں کر دیا گیا تھا لیکن ہمارے علمائے کرام حسبِ روایت اس صورت حال کو معمول کا معاملہ ہی سمجھتے رہے۔ وہ اس بات سے بھی لاعلم رہے کہ حدود آرڈیننس کے خلاف تشہیری مہم چلانے اور احکام شریعت کا مذاق اڑانے کے لیے نجی ٹی وی چینلوں کو ہدف دیا گیا تھا۔ ذرا سوچیئے کا عنوان مکالمہ کے لیے تجویز ہوا تو مغربی فلسفے، سرمایہ داری اور سرمایہ داری کے خادم ٹی وی چینلوں کے مابعد الطبیعات سے ناواقف یہ جانے بغیر ٹی وی سٹوڈیو کی دہلیز پر جا پہنچے کہ مذکورہ پروگرام کی ساخت کیا ہے؟ وہ نہیں جان سکے کہ یہ چینلز تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کے بجائے شکوک وشبہات، ابہام واعتراضات کی دھند پیدا کرنا چاہتے ہیں، اسلامی روایات اور ماخذات دین کا تمسخر اڑانے کے سوا ان کا دوسرا کوئی مقصد نہیں۔ حالانکہ انہیں اپنی موعودہ بصیرت کی روشنی میں صورت حال کو جانچ لینا چاہیے تھا اور فیصلہ کن حکمت عملی کے ساتھ مکالماتی میدان جنگ میں اترنا چاہیے تھا۔ جن محفلوں میں دینی مسلمات کا مذاق اڑایا گیا وہاں کلمۂ حق پوری جرأت کے ساتھ کہہ دینا ضروری تھا اور اگر اظہار جرأت کا موقع نہیں تھا یا ناممکن بنا دیا گیا تھا تو پھر ایسی جگہوں سے بلا تردد اٹھ جانا ہی دینی غیرت کا تقاضا ہے دینی رہنماؤں کو جاننا چاہیے تھا کہ وہ مکالمہ کس سے کرنے جا رہے ہیں۔

خالد بن حسن نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ نجی چینلز مواصلاتی قحبہ خانوں اور عصمت فروشی کے اڈوں کے سوا کچھ نہیں جہاں عورت، عصمت، عفت، حیا، شریعت اور تہذیب چند اشتہاروں کی خاطر فروخت کی جارہی ہے ہمیں بخوبی علم ہونا چاہیے تھا کہ اس آلۂ شر سے خیر برآمد کرنا ممکن نہیں۔ سیکولر اور ادھر اُدھر سے اکٹھے کیے گئے شو بزنس کے چلتے پھرتے دانشوروں سے مکالمے کے نتیجہ میں دین کا مضحکہ اڑنا لازم تھا۔ پھر مکالمہ اپنے منہاج اور اپنی سطح کے افراد سے ہوتا ہے، اداکاروں، اداکاراؤں، مسخروں اور اسلام دشمنوں سے نہیں ہوتا۔ ان کو دعوت دی جاسکتی ہے، سمجھایا جاسکتا ہے یا نظر انداز کیا جاسکتا ہے ہمارے رہبروں نے ذرا سوچیۓ کے سوال نامے پر غور ہی نہیں کیا۔ بے ترتیب سوالوں پر ان کا جواب فوکالٹ جیسا ہونا چاہیے تھا۔ نوم چومسکی نے فوکالٹ انٹرویو لیتے ہوئے جب یہ سوال پوچھا کہ What is human nature. تو فوکالٹ نے جواب دیا کہ نوم چومسکی تمہیں یہی نہیں معلوم کہ تم کس سے گفتگو کر رہے ہو، تمہیں سوال پوچھنے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔ تمہارا سوال ہی غلط ہے تم سوال کو از سر نو تشکیل دو، تمہیں میرا منہاج علم ہی معلوم نہیں، تم مجھ سے یہ

سوال نہیں پوچھ سکتے تم مجھ سے صرف یہ پوچھ سکتے ہو کہ How human nature is construt in westren civilization. فوکالٹ نے نوم چومسکی جیسے عالمی شہرت یافتہ پروفیسر و دانشور کو گفتگو کا سلیقہ سکھا دیا۔ اسے بتا دیا کہ جس موضوع پر گفتگو کرو اس موضوع کے منہاج، مابعد الطبیعات، پس منظر سے واقفیت حاصل کرو اور اس تناظر میں سوال اٹھاؤ۔ محض سوال برائے سوال وقت کا زیاں ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے لفظی بازی گری اور جادو گری کے سوا کچھ نہیں۔

ہمارے خوش فہم مذہبی و سیاسی رہنماؤں کی منہ شگافیاں اپنی جگہ اور یہ حقیقت اپنی جگہ کہ تیزی سے بدلتے حالات کو سمجھنے میں انہوں نے بری طرح ٹھوکر کھائی ہے عالم کفر کی منظم حکمت عملی کے مدمقابل موثر مدافعت کا اہتمام نہیں کیا جا سکا' اہل علم و دانش سے جس مومنانہ فراست کی توقع تھی وہ اس کا مظاہرہ نہیں کر سکے۔ مہلک بارودی جنگ میں کسی لمحہ پسپائی اختیار کر لی جائے تو اسے پلٹ کر جھپٹنے کی حربی چال قرار دیا جا سکتا ہے لیکن بصیرت و بصارت کے منہاج سے عاری فکری و نظریاتی محاذ جنگ پر بے بنیاد طرز استدلال کے سامنے چاروں شانے چت ہو جانے سے ہماری پر شکوہ مذہبی و سیاسی قیادت کی اہلیت پر کئی سوالیہ نشان لگ گئے ہیں۔ بے شک رہنمایانِ دین و دانش واشگاف الفاظ میں اعلان کرتے رہے کہ کفر متحد ہو کر حملہ آور ہو چکا ہے مگر کئی خانوں میں نظر آتی فروعی تقسیم نے دشمن پر واضح کر دیا کہ ہم جسدِ واحد نہیں بن سکے۔ ہواؤں میں مکے لہراتے اور لکڑی کی تلواریں چلاتے ہم دہشت گرد، انتہا پسند اور مذہبی جنونی قرار پا گئے حتیٰ کہ چند روز پہلے ایک اور صدارتی تمغۂ سعادت بھی قافلۂ تنگ نظراں کے سینہ پر آویزاں ہو گیا ہے۔ بقول ظل الٰہی: تحفظ حقوق نسواں بل کی مخالفت کرنے والے منافق ہیں۔

۱۵ر نومبر کو حدود آرڈیننس میں ترمیم کر دی گئی تحفظ حقوق نسواں بل قومی اسمبلی سے منظور ہو گیا تھا۔ لیکن ہم پھر بھی روایتی خوش فہمی میں مبتلا رہے کہ سینٹ سے منظوری شاید کسی مذاکراتی تدبیر سے رک جائے گی۔ ۲۲ر نومبر کو سینٹ نے بھی توثیق کر دی اور دو دن بعد صدر مملکت نے اس پر دستخط کر کے حتمی نفاذ کی راہ ہموار کر دی اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ تحفظ حقوق نسواں بل کسی قیمت واپس نہیں ہوگا یہ اعلان واضح کرتا ہے کہ چودھری شجاعت سے کی گئی تمام ملاقاتیں اکارت گئیں۔ متحدہ مجلس عمل بھی متحد رہی نہ اپنے کہے پر عمل کر سکی۔ استعفوں کی بات چلی تو آدھے ادھر اور باقی اُدھر ہو گئے۔ دینی رہنماؤں نے مذہب پسندوں کا مستقبل ق لیگ کے لنگر سے باندھ دیا اب تحفظ حدود اللہ کی سواری چل نکلی ہے خوش فہموں کے قافلے قائد تحریک کے ڈیرے نائن زیرو پر جا پہنچے ہیں۔ قوم کو پھر دلاسا دیا گیا ہے حسن ظن کے غبارے پھونکے جا رہے ہیں اور یہ جانے سمجھے بغیر کہ سرکش ہواؤں کے ارادے بے حد خطرناک ہیں تحفظ حقوق نسواں بل تو محض ایک پڑاؤ ہے اصلی منزل تو قادیانیوں کو مسلمان قرار دلوانا اور قانون توہین رسالت کے آئینی تحفظ کو ختم کرنا ہے۔ دیکھئے آنے والے دنوں میں خوش فہموں پر کیا گزرتی ہے۔

سیف اللہ خالد

وزیر تعلیم کا مخمصہ

قوموں کی زندگی میں تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ درس گاہیں قوم کے بناؤ اور بگاڑ میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ پوری دنیا میں تعلیم کو اپنی شناخت اور تمدن کے قریب رکھا جاتا ہے اور تھنک ٹینک بٹھائے جاتے ہیں، ادارے بنائے جاتے ہیں کہ تعلیم کے شعبہ میں کوئی کوتاہی نہ ہو جائے مگر پاکستان کا المیہ یہ ہے کہ ۶۰ برس ہونے کو آئے۔ یہاں ابھی تک یہ طے نہیں ہو سکا کہ نظام تعلیم کیا ہوگا اور نصاب کن اصولوں کو مدنظر رکھ کر بنایا جائے گا۔ حتیٰ کہ اس ملک کے نظام تعلیم میں تو یہ امر بھی یقینی نہیں کہ طلباء جو پڑھ رہے ہیں، امتحان بھی اِسی سے ہوگا یا نہیں اور پھر کون جانے کہ تعلیمی سال کب شروع ہوگا اور کب ختم۔ جدت پسندی کے شوق میں جمے جمائے نظام الاوقات کو نہ معلوم کب ٹھڈا مار دیا جائے اور اپنی مرضی سے ایک نیا شیڈول تھما دیا جائے۔

تعلیم کا شعبہ تو پہلے ہی جہالت کی نذر تھا مگر اب تو حد ہوگئی کہ ایک ایسے شخص کو اس میں روشن خیالی ''ٹھونسنے'' کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے۔ جو اس سے قبل اچھا خاصا ریلوے کا ''بیڑہ غرق'' کر رہے تھے۔ وہ نہ صرف قیامِ پاکستان کا نیا نظریہ ایجاد کرنے کا شوق رکھتے ہیں بلکہ تہذیبی تاریخی جڑیں تلاش کرنا بھی اپنا حق خیال کرتے ہیں۔ اس شوق میں یہاں تک جا پہنچے کہ گزشتہ دنوں پنجاب کی تہذیب کو گنگا جمنا لے پہنچے۔ اب تازہ فرمان ہے کہ سندھ کی تہذیب محمد بن قاسم سے نہیں موہنجو دڑو سے شروع ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ موصوف کو دینی حوالوں سے چڑ اور ان کا مطالعہ بہت ''وسیع'' ہے۔ ان کی مثال موجود ہے کہ گلگت میں ایک مسلک کے لوگوں نے اپنے علاقے میں درسی کتاب میں طریقۂ نماز پر اعتراض کیا تو انھوں نے پورے ملک میں طریقۂ نماز نصاب سے نکال باہر کیا اور فرمایا یہ متنازعہ چیز ہے۔ اب تازہ ترین دانش وری یہ فرمائی ہے کہ ٹی وی پروگرام میں اپنی معلومات کا سکہ جماتے ہوئے فرمانے لگے۔ قرآن ۴۰ پاروں پر مشتمل ہے۔ وہ تو شکر ہوا کہ میزبان نے تصحیح کر دی ورنہ طلبا کو امتحان میں بھی یہی لکھنا پڑتا۔

سچ یہ ہے کہ جب سے روشن خیالی کی نظر کرم ہوئی ہے۔ نظام تعلیم اک گورکھ دھندا بن کر رہ گیا ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ خود اربابِ اختیار بھی آگاہ نہیں کہ کرنا کیا ہے اور منزل کہاں ہے؟ ایک دن کچھ بیان فرماتے ہیں، اگلے روز کچھ اور الہام ہو جاتا ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اک افراتفری مچی ہے اور ہر طرف اکھاڑ پچھاڑ کا منظر ہے۔

پاکستان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس کی وزیر تعلیم دنیا کی وہ واحد وزیر تھیں جن کا محکمہ تعلیم ہونے کے باوجود انہیں پینٹا گون میں بلایا گیا اور وہاں پاکستان کے نصابِ تعلیم پر بریفنگ دی گئی اور جب وہ اس مردانہ وار جنگ میں معیار

پر پورا نہ اتر سکیں تو یہ محکمہ موجودہ وزیر تعلیم کو دے دیا گیا۔ یہ اعزاز بھی کم نہیں کہ امریکی صدر، امریکی وزیر خارجہ اور دیگر امریکی شخصیات اور ادارے پاکستان کے نظام تعلیم کی فکر رکھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اس فکرمندی کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں۔ حکومت ِ پاکستان اگر کبھی کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے ان اعزازات وافتخارات کا ذکر نہ کرے تو وہاں سے بانگِ دہل دنیا کو بتا دیا جاتا ہے کہ امریکہ کس قدر پریشان ہے اور کیا کیا تبدیلیاں چاہتا ہے۔

یہاں ایک بات تھوڑی ناقابل فہم لگتی ہے کہ نظام تعلیم کے میڈیم، نظریاتی جہت اور تہذیبی وثقافتی رخ پر مشتمل ہدایات اور مذہبی احکامات تو بہرحال امریکہ کے زیر اثر ہیں مگر بد نظمی اور بے ہنگم پن کس باعث ہے۔ امتحانی سال کب شروع ہوا، میٹرک اور ایف اے کے امتحان سمسٹر سسٹم کے تحت ہوں گے یا کمپوزٹ۔ اس کا الزام تو امریکیوں کو نہیں دیا جاسکتا۔ اس حوالے سے سال میں دوبار طلبہ کو باقاعدہ نفسیاتی جھٹکے دیئے جانے کا عمل یقیناً وزیر تعلیم کی اپنی حکمت ِعملی کا تقاضا ہے۔ نامعلوم وہ معصوم طلبہ سے کس بات کا انتقام لے رہے ہیں۔

ملک بھر کے اساتذہ، طلبہ اور والدین کو چاہیے کہ وہ امریکی سفیر کو خط لکھیں کہ اگر ہوسکے تو انتظامی امور میں بھی جناب وزیر کی رہنمائی کردیں۔ کیونکہ جامعہ پنجاب میں میوزک کلاسز شروع کروانے، طلبہ کے ہاسٹلز اور یونیورسٹیوں کو خالی کروانے، نقاب اوڑھنے والی طالبات سے امتحانی پرچے چھیننے اور معیاری تعلیمی ادارے غیر مسلم این جی اوز کے حوالے کرنے کے کام کا بوجھ اس قدر ہے کہ دیگر کام رہ جاتے ہیں۔ اگر امریکی سفیر اس سلسلے میں بھی کوئی ہدایت جاری کردیں تو احسان ہوگا۔

جہاں تک تعلق ہے تہذیبی جڑوں کی تلاش کا تو غالباً موصوف نہیں جانتے کہ قوموں کی تہذیبی تاریخ میں جڑیں جغرافیہ کی بنیاد پر نہیں ثقافت کی بنیاد پر تلاش کی جاتی ہیں۔ گنگا جمنا ہو، موہنجوڈرو یا گندھارا۔ ان میں سے کوئی بھی تہذیب ایسی نہیں جو آج کہیں زندہ نظر آتی ہو۔ آج کا سندھ جس خوبصورت تہذیبی ورثہ کا مالک ہے' اس کا سارا حسن اسلام سے مزین ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پاکستان کے وجود کا جواز ایک اسلامی تہذیب کے سوا کچھ نہیں۔ اگر وزیر تعلیم کی منطق مان لی جائے کہ سندھ کی تہذیب موہنجوڈرو سے تعلق رکھتی ہے پنجاب کو آپ پہلے ہی گنگا جمنا سے وابستہ کر چکے ہیں۔ بلوچوں کا ماضی ایران سے وابستہ ہے۔ صوبہ سرحد پر تو اب بھی افغان قوم پرستوں کا دعویٰ ہے۔ پاکستان کہاں گیا؟

وزیر تعلیم نے اپنی گفتگو میں ۱۹۷۱ء کی جنگ کا بھی تذکرہ کیا کہ اسے نصاب کا حصہ بنایا جارہا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کو بھی نصاب کا حصہ بنا دیتے اور اس کے جو صفحات غائب کیے گئے ہیں' ان کو بھی شائع فرما دیتے تاکہ قوم کے نونہال ساری سچائیوں سے آگاہ ہوجاتے۔ ۱۹۷۱ء کا تذکرہ ہونا لازم ہے۔ ان کی اس بات سے اختلاف نہیں مگر اس کا بے لاگ تجزیہ بھی ضروری ہے جو حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کے بغیر ممکن نہیں۔

کاش! وزیر تعلیم نے سانحہ ۱۹۷۱ء کی وجوہات کو ایک نظر دیکھا ہوتا تو وہ نظامِ تعلیم پر ہاتھ ''ہولا'' رکھتے اور انہیں علم ہوتا کہ نظامِ تعلیم کو نظرانداز کرنے اور اس کے بتدریج ہندوؤں کے ہاتھ میں چلے جانے کا نتیجہ سقوطِ ڈھاکہ کی صورت سامنے آیا تھا۔ جس کے ذکر سے آج بھی حرکت قلب بند ہونے لگتی ہے اور سانسیں گھٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

انہیں چاند کیسے نظر آ جاتا ہے؟
عینی رویت یا فرضی جبری گواہیاں

دل می رود ز دستم صاحب دلاں خدارا
در دا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے' وہی تو ظالم ہیں، فاسق ہیں، کافر ہیں۔ یہ قرآن مجید کی تین آیات کے ترجمے کا خلاصہ ہے۔ قرآن مجید نے الاھلہ کہہ کر سوال کا جواب دیا کہ چاند کا گھٹنا بڑھنا آلہ شناخت اوقات ہے۔ لوگوں کے اختیاری معاملات مثل عدت و مطالبہ حقوق کے لیے اور غیر اختیاری معاملات مثل حج، روزہ اور زکوۃ کے لیے (بیان القرآن) اور رسولِ مقبول ﷺ نے ہلال کو رویت کا پابند بنایا۔ قرآن اور حدیث کے واضح احکام کے باوجود اپنی مرضی کرنا مسلمان کو زیبا نہیں۔ سوائے نماز اور وقت سحر وافطار کے تقریباً اسلامی عبادات، معاملات اور دینی زندگی کے امور درست رویت ہلال سے منسلک ہیں۔ بقول سید شبیر احمد کا کاخیل: ''چاند کی پیدائش ایک حسابی چیز ہے جو ایک کائناتی واقعہ ہے اور وہ انسانی آنکھ سے ماورا ایک ہی لمحہ ہوتا ہے۔ نیز فلکی حساب کا صحیح ہونا ایک قطعی بات ہے۔''

ایک ہی نقطہ فلک پر چاند سورج کو کراس کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے تو اسی لمحہ کو نئے چاند کی پیدائش کہتے ہیں۔ بس یہاں سے چاند کی عمر شمار کی جاتی ہے۔ چاند سال بھر میں بارہ مرتبہ کسی نہ کسی نقطہ فلک پر سورج کو کراس کرتا ہے۔ یہی بارہ ماہ شمار ہوتے ہیں۔ ۲۰ گھنٹے کی عمر سے چاند کے نظر آنے کے امکانات شروع ہوجاتے ہیں مگر بعض مرتبہ پہلی دفعہ نظر آنے والے چاند کی عمر ۵۰ گھنٹے سے بھی زائد ہوسکتی ہے۔ اس کا انحصار مختلف فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ/ ۲۱ر دسمبر ۲۰۰۶ء کی شام چاند کی عمر پاکستان میں ۲۳ گھنٹے ہے مگر وہ نظر نہ آسکے گا۔ دوسری شام اسی کی عمر ۴۷ گھنٹے ہوگی تو وہ نظر آئے گا جبکہ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ کا چاند ۲۶ر جون ۲۰۰۶ء کی شام نظر آ گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۲ گھنٹے تھی۔ اگلے دن اس کی عمر ۴۶ گھنٹے تھی اور وہ دوسری کا چاند تھا تو گویا اوّل الذکر پہلی کا چاند ۴۷ گھنٹے مؤخر الذکر دوسری کے چاند ۴۶ گھنٹے سے بڑا ہے مگر وہ پہلی ہی کا ہے۔ ان باریکیوں کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ صرف فلکی امور کو جاننے والے جانتے ہیں۔ محقق علماء کا فیصلہ ہے کہ ''چاند عقلاً نظر آسکتا ہو اور واقعتاً نظر آجائے'' شہادت کاذبہ سے بچنے کے لیے فلکی حسابات کے ماہرین کی رائے زبردست معاون ثابت ہوسکتی ہے جیسا کہ پاکستان کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی میں مولانا سید شبیر احمد کا کاخیل اور ڈاکٹر مظہر محمود قریشی ستارہ امتیاز کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ بہرحال اصل حکم نبی پاک ﷺ کا یہی ہے کہ سر کی آنکھوں سے یعنی عینی رویت کی جائے اور اسی کی شہادت دی جائے مگر کچھ

لوگ نفس وشیطان کے فریب میں آ کر چاند نہ دیکھنے کے باوجود دیکھنے کی شہادت دے دیتے ہیں۔ اللہ کے طے شدہ مقدس اوقات وایام کو تبدیل کرنے کی نحوست اور عذاب پہلی قوموں پر بھی آیا اور آج مسلم قوم پر جو ذلت مسلط ہے' اس کی ایک بڑی وجہ یقیناً یہی ہے:

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر ہی نہ ہو

ذیل میں گزشتہ سالوں میں جھوٹی شہادت کے صرف چند ایک چشم کشا واقعات پیش کر رہا ہوں جو دینی مجلّات پاکستان کے علاوہ ''جنگ'' لندن، سعودی اخبارات اور NASA یو ایس اے کی سرکاری رپورٹ میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ لیجیے ملاحظہ فرمائیے مگر دامنِ دل تھام کر۔

(۱)　ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق جنوری ۲۰۰۵ء سعودیہ نے ۶ سرکاری رویت کمیٹیوں کی اطلاع کے مطابق عرصہ بعد پہلی بار درست رویت کا فیصلہ اور اعلان کیا مگر دو دن بعد رجوع کر لیا۔ اس پر اخبارات وجرائد اور انٹرنیٹ پر سعودی اعلان کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا مگر سعودی حکمرانوں نے کہا کہ ۸۰ سال سے زائد عمر کے دو بزرگوں کی شہادت کیسے غلط ہو سکتی ہے اور سورج سے پہلے غروب ہونے والے ناممکن رویت چاند کو پہلی قرار دینے کی اپنی غلط روایت پر اڑے رہے۔ (الوطن، سعودیہ۔ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ/ جنگ لندن ۱۰/جنوری ۲۰۰۵ء)

(۲)　ایک سعودی عالم ایمن کردی نے ۱۹۶۲ء سے ۲۰۰۳ء تک ۴۲ سالوں کی رویت رمضان کو ناممکن اور غلط رویت ثابت کیا ہے۔ (بحوالہ رپورٹ اگست ۲۰۰۳ء NASA امریکہ) سعودی عالم نے رویت رمضان کے غلط ہونے کا ذکر کیا ہے۔ رویت ذی الحجہ کا ذکر نہیں کیا تا کہ سعودی حکمران خود ہی سمجھ جائیں یا یہ کہ ہر سال لاکھوں انسانوں کی زندگی بھر کی آرزو مقدس سفر حج کے ضائع ہونے کے احساس سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا دل نہ دکھ جائے۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ سعودی حکمرانوں کو پہنچنے والی تقریباً ساری شہادتیں مصنوعی اور جھوٹی ہوتی ہیں۔ خصوصاً جبکہ شہادت دینے والوں کو انعام سے بھی نوازا جاتا ہو۔ (رویت ہلال از جناب خالد اعجاز مفتی)

(۳)　ایک جید عالم مولانا نازرولی خان نے سرحد کے ایک عالم کو فون کر کے پوچھا کہ آپ نے چاند کا اعلان کرنے میں گڑبڑ کی ہے۔ کوئی شہادت تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس تیس چالیس مسلح جوان آئے اور کہا کہ آپ چاند کا اعلان کریں ورنہ ہم آپ کو بھون دیں گے۔ اس لیے ہمیں اعلان کرنا پڑا۔ (ماہنامہ 'انوارِ مدینہ' لاہور۔ دسمبر ۲۰۰۶ء)

(۴)　مفتی منیب الرحمٰن چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان لکھتے ہیں کہ پورا پنجاب اور سرحد شدید کہر اور غبار کی لپیٹ میں تھا۔ پشاور میں سورج نظر نہیں آ رہا تھا (میٹنگ کے دوران) ایک مولانا صاحب کا فون آیا کہ میں نے خود چاند دیکھا۔ انہیں گاڑی بھیج کر بلایا گیا۔ کمیٹی کے سامنے انہوں نے اپنی رویت کی نفی کی اور اپنے نوعمر لڑکے کو پیش کر دیا'' (الخیر ملتان

اکتوبر ۲۰۰۵ء) میں نے لغت کی کتابیں اٹھائیں تو ان میں واقعی ہلال کا معنی خوبصورت لڑکا بھی لکھا ہوا تھا۔ شاید حضرت مفتی صاحب بھی سمجھ گئے ہوں گے۔ آخر صاحب نظر لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔

(۵)　　جناب بشیر احمد (کوئٹہ) نے لکھا ہے کہ ایک ساتھی مقیم قریب سرحد نے روتے ہوئے بتایا کہ میں اور چند ساتھی رمضان اور عیدین کا چاند دیکھنے کی غلط شہادت دیتے تھے۔ چند غلط بہانوں اور تاویلات کا سہارا لے کر دل کو سمجھاتے اور ضمیر کو سلاتے تھے۔ اب توبہ استغفار کیا ہے۔ دعا فرمائیں اللہ معاف فرمائے۔ (حوالہ بالا)

(۶)　　بروایت قاری بشیر احمد نقشبندی رکن زونل رویت ہلال کمیٹی مولانا فضل الرحمٰن مردان کے ایک عمر رسیدہ بزرگ کی بیمار پرسی کے لیے گئے تو وہ رونے لگے۔ پوچھنے پر بتایا: ''مولانا! مجھے تو اب اپنی آخرت کی فکر ہے۔ میں نے کتنی ہی جھوٹی شہادتیں دے کر رمضان اور عیدین کروادیں۔'' (ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' لاہور۔ مذکور بالا)

(۷)　　جسٹس مولانا مفتی تقی عثمانی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ انہوں نے ایک مولانا کو بیت اللہ پر زاروقطار روتے ہوئے دیکھا۔ تحقیق کی تو پتا چلا کہ یہ حضرت جلد بازی کر کے وقت سے پہلے روزہ اور عیدیں کرواتے رہے۔ اب رو رو کر خدا سے معافی مانگ رہے ہیں۔ (روزنامہ ''جنگ'' ۵/ اکتوبر ۲۰۰۵ء بحوالہ رویت ہلال از خالد اعجاز مفتی لاہور)

اب علماء کرام ہی بتا سکتے ہیں کہ کن پوائنٹ پر چاند کا اعلان کرنے اور کروانے والوں یا اپنے چاند بیٹے کو اپنی رویت ہلال کہنے والوں یا انعام و اکرام کے لالچ یا ملت دشمن عناصر یا کم از کم نفس امارہ کے ہاتھوں فریب خوردہ لوگ دوسرے مسلمانوں کے اعمال روزے، عیدین اور حج خراب کرنے والوں کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ ان کی پشیمانی تو قابل قدر ہے ہی کہ آخر انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔ عیدین اور حج خراب کرنے والوں کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ ان کی پشیمانی تو قابل قدر ہے ہی کہ آخر انسانی حقوق کا مسئلہ ہے ناں......!

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زودِ پشیماں کا پشیماں ہونا

قارئین متوجہ ہوں

قارئین کی طرف سے اکثر یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ ہمیں سالانہ چندہ ختم ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور رسالہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس شکایت کے ازالے اور قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتا کے اوپر مدت خریداری درج کر دی گئی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ درج شدہ مدت کے مطابق اپنا سالانہ چندہ ارسال کر کے اگلے سال کی تجدید کرالیں۔ اکثر قارئین کا زرتعاون سالانہ دسمبر ۲۰۰۶ء میں ختم ہو چکا ہے' انہیں جنوری ۲۰۰۷ء کا شمارہ ارسال کیا جارہا ہے۔ براہِ کرم ماہ جنوری میں ہی اپنا سالانہ زرِ تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرمادیں۔ بصورت دیگر آئندہ شمارے کے لیے معذرت! (سرکولیشن منیجر)

ڈاکٹر اسلم انصاری (ملتان)

چودھری افضل حق کی ''زندگی'' کا اسلوب

چودھری افضل حق کی شہرۂ آفاق کتاب ''زندگی'' کا ایک معتد بہ حصہ نثر کے مرصع آہنگ میں لکھا گیا ہے جسے اصطلاحاً ''نثرِ رنگین'' بھی کہا جا سکتا ہے۔ تاہم کتاب میں نثر کے تین بنیادی آہنگ واضح طور پر نظر آئے ہیں۔ ایک تو وہی جسے ''مرصع آہنگ'' کہنا چاہیے اور دوسرا نسبتاً سادہ آسان اور قدرتی آہنگ جس میں مدعا نگاری کی سادگی بھی جھلکتی ہے اور کہیں کہیں صحافیانہ واقعہ نگاری کا انداز ہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ کتاب کا ایک تہائی حصہ یعنی ہیرو کی طبعی زندگی کی کہانی اور عالم مثال میں ''دارالمعائنہ'' کی روداد بہت حد تک مرصع کاری کا نمونہ پیش کرتی ہے...... جبکہ کہانی کا بقیہ حصہ زبان کے سادہ اور فطری استعمال کا نمونہ ہے۔ اسلوب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ انسان کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے بلکہ ایک نقاد نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ''اسلوب ہی لکھنے والے کی شخصیت ہے'' (Style is the man himself)' افضل حق کی شخصیت کی تشکیل کے عمل میں دو بڑے عوامل کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے...... انہوں نے یقیناً عنفوانِ شباب میں ابوالکلام آزاد کی شاعرانہ اور خطیبانہ نثر کا مطالعہ کیا ہوگا، یا کم از کم صدی کے تیسرے عشرے میں سیاسی سفر میں ہم سفری کے زیر اثر وہ ضرور ابوالکلام کی تحریروں کی طرف متوجہ ہوئے ہوں گے...... اسی طرح انہوں نے نذیر احمد کے مقصدی اور اخلاقی ناولوں کے ساتھ ''مخزن'' کے رومانوی نثر نگاروں کی نثر بھی پڑھی ہوگی...... لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ افسانوی ادب کی تخلیق کا قدرتی میلان رکھنے کے باعث انہوں نے پریم چند کے اصلاحی مگر حقیقت پسندانہ افسانے اور ناول بھی پڑھے ہوں گے، پریم چند کی (بعض مقامات پر) ہندی آمیز اردو کے رس اور سبھاؤ سے بھی وہ ضرور متاثر ہوئے ہوں گے...... اس لیے ان کے ہاں سادہ واقعہ نگاری اور قدرتی مکالمے کا میلان بھی موجود ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر ایک اور چیز بھی ان کے اسلوب میں سرایت کیے ہوئے ہے اور وہ ہے ان کی پیشہ ورانہ رپورٹنگ کی تربیت اور مشق...... اس مشق سے ان کے ہاں کم سے کم جملوں میں زیادہ سے زیادہ بات یا مطالب کو سمونے کا رجحان پیدا ہوا' اس رجحان نے جہاں ان کو ایجاز و اختصار...... اور بلاغت کے جوہر سے آشنا کیا، وہاں ان کی تحریر میں صحافیانہ واقعہ نگاری (رپورٹنگ) کا رنگ بھی پیدا ہو گیا...... یہ ان کی نثر کا دوسرا آہنگ ہے...... لیکن غائر مطالعے سے ان کے ہاں ایک تیسرے رنگ کی کارفرمائی بھی نظر آتی ہے اور وہ ہے ان کا خطیبانہ آہنگ...... تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطیبانہ آہنگ بھی دو سرچشموں سے فیض یابی کی بدولت پیدا ہوا ہے ...... یعنی نذیر احمد کے اخلاقی مواعظ جن سے ان کی تقریباً تمام تصانیف مملو اور لبریز ہیں...... اور ابوالکلام آزاد کا بلند تر خطیبانہ اسلوب جس نے اردو نثر کو ایک خاص طرح کی بلند آہنگی اور ایک خاص نوع کا جذباتی شکوہ عطا کیا ہے...... افضل حق کے ہاں نذیر احمد کے اخلاقی مواعظ...... اور ابوالکلام آزاد کے بلند تر خطیبانہ لہجے کی آمیزش سے ایک تیسری صورت پیدا ہوگئی ہے ...... یعنی تقریر اور خطابت کا قدرتی اسلوب جس میں اگرچہ زورِ بیان ہے مگر جوش سے زیادہ استدلال ہے...... اور ایک متین

لہجہ ہے جس میں حقائق کی مؤثر اور مدلل انداز میں سعی کی گئی ہے۔

اس تجزیے کی رو سے ''زندگی'' کی نثر تین بنیادی آہنگ رکھتی ہے......یعنی:

(۱) نثرِ مرصع کا شعری آہنگ جو عبارت ہے ترکیب سازی اور تشبیہ و استعارہ کے استعمال سے۔

(۲) سادہ تر واقعاتی محاکات' جس میں زبان کے قدرتی آہنگ کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں صحافیانہ رپورٹنگ کا انداز ہ بھی پیدا ہو گیا ہے......اور

(۳) خطیبانہ آہنگ......جو زیادہ تر ایک متین لہجے اور استدلالی یا ترغیبی اسالیب پر مشتمل ہے۔''زندگی'' کے اسلوب بیان کے ان تین عناصر ترکیبی یا ان تین آہنگوں کا ذیل میں قدرے تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) نثرِ مرصع کا شعری آہنگ:

جیسا کہ سطورِ بالا میں کہا گیا، اس مرصع آہنگ کی بنیاد رنگین بیانی، مرصع کاری، ترکیب سازی اور تشبیہ و استعارہ اور دوسری شاعرانہ صفتوں پر ہے۔''زندگی'' میں اس اسلوب کا استعمال زیادہ تر منظر نگاری، فضا بندی اور داخلی احساسات کے بیان میں ہوا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

(۱) ''آغازِ بہار کی ایک صبح کو جب فرشتے اہلِ زمین پر برکتوں کی بارش کر رہے تھے، اس راحت جاں کا لگایا ہوا باغیچہ نئے پھولوں اور پتوں سے سبز پوش محبوب معلوم ہوتا تھا۔ ایک طائرِ خوش رنگ و خوش الحان زمزمہ سرائی کرتا ہوا آیا اور ایک شاخِ گل پر بیٹھ کر پھولوں کے حسن کا جائزہ لینے لگا۔ اس کی بے فکر مشغولیتوں کو دیکھ کر دل نے کہا: اے مرغِ رنگین پر! تیری زندگی قابلِ رشک ہے' نہ اس جگ میں کچھ غم، نہ اس جہان میں سزا و جزا کا اندیشہ۔''(ز۔۵۴)   (فارسی تراکیب، تشبیہ، محاکات، حسنِ تعلیل)

(۲) ''اے حسین عورت کی آنکھ کے آنسوؤ! تم سحرِ سامری سے زیادہ پر اثر ہو' وہ بہادر جو سیلِ حوادث سے منہ نہیں موڑتے' تمہارے بہاؤ میں تنکوں کی طرح بہتے نظر آتے ہیں، تمہارے سکون میں طوفان ہیں، خاموشیوں میں ہنگامے ہیں' بظاہر تم بے حقیقت سے نظر آتے ہو مگر دنیا کے ہزاروں انقلاب تمہارے شرمندۂ احسان ہیں۔ ہر قاعدے کی استثنا ہے' ہر درد کی دوا ہے مگر تمہارے منظر کا کوئی جوڑ نہیں' سب حربے جواب دے جاتے ہیں' لیکن اے حسین عورت کے آنسوؤ! تم ہی وہ ہتھیار ہو جن کا وار کبھی اوچھا نہیں پڑتا۔ روٹھوں کو منانے کے لیے، بگڑوں کو بنانے کے لیے جہاں عقل تدبیر سے عاجز آ جائے تم ہی کام آتے ہو، تاریخ کا وہ پہلا حادثہ جسے ہبوطِ آدم سے تعبیر کیا جاتا ہے' اے حوا کی بیٹی! صرف تجھی کو معلوم ہے کہ کیوں وقوع پذیر ہوا۔ قدسیوں کا معلم، جب آدم (علیہ السلام) کے پھسلانے میں تمام ترغیب و تحریص ضائع کر چکا تو آدم کو خدا کی نافرمانی پر آمادہ کرنے والی حسین حوا کی ڈبڈباتی آنکھوں کے سوا اور کیا چیز تھی۔''(ز۔۲۶، ۲۷)

(فارسی تراکیب، شاعرانہ مبالغہ، تشبیہ، تمثیل، تعریض، تلمیح، خطیبانہ اسلوب)

محاکاتی واقعہ نگاری میں بعض مقامات پر مختصر اور ہم آہنگ جملوں سے ایک خوبصورت صوتی اور تمثالی فضا پیدا کی

گئی ہے، اوراس طرح کی محاکات نگاری میں چودھری افضل حق واضح طور پر آزاد (محمد حسین) کے رنگ کے مقلد نظر آتے ہیں......مثلاً اگر ایران کے موسموں کے بارے میں آزاد کے مضمون ہی کو ذہن میں رکھ کر ذیل کے اقتباسات کو دیکھا جائے تو محسوس ہوگا کہ ہم آزاد ہی کے مضمون کا کوئی توسیعی ٹکڑا پڑھ رہے ہیں:

''ہر منزل پر نیا منظر تھا، ہر منظر پر طرب ونشاط کی ہزار دلآویزیاں، باغ سدابہار، میوے موسم کی قید سے آزاد' جگہ جگہ زعفران کے کھیت، میلوں تک کھلا ہوا موتیا، گلاب کے مہکتے ہوئے تختے، سبز ڈالیوں میں انگوروں کے خوشے لٹک رہے تھے، ہرے بادام، سبز پتے، آلوچہ، خوبانی، ہرے درختوں میں سیندوری آم، گویا ہر طرف فصل گل تھی اور ہر ایک میوے کا موسم تھا، بلبل کی خوش نوائی، پپیہے کی قدم قدم پر سامعہ نوازی تھی۔ ہم جارہے تھے، دوسری منزل پہلی منزل سے دلکش تھی۔ بلوریں چشمے اور نورانی آبشاروں کی آواز میں موسیقی کے تمام سرتال موجود تھے' چھوٹی چھوٹی ندیاں جن میں ٹخنے ٹخنے پانی تھا' جگہ جگہ بہہ رہی تھیں۔ کوہِ نور سے بڑے بڑے اور بیش قیمت پتھر، نیلم کے ٹکڑے' شفاف پانی کی تہہ میں رنگا رنگ کی جھلک مارتے بھلے معلوم ہوتے تھے' ریت کی بجائے زمرد کے ریزوں پر پانی گزر رہا تھا۔''

اس اقتباس کے آخری دو جملے آزاد ہی کے قلم سے ٹپکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

منظر نگاری اور فضا بندی کے اعتبار سے بھی اور اسلوب بیان کے اعتبار سے بھی......افضل حق' اس طرح کے نثر پاروں میں آزاد کے بے حد کامیاب مقلد دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود آزاد کے اس طرح کے بیانوں پر داستانی رنگ چڑھا ہوا ہے' گویا افضل حق' آزاد کے توسط سے اردو کے داستانی ادب کی روایت سے بھی مستفید ہیں' ہوسکتا ہے کہ انہوں نے داستانی ادب کا براہِ راست مطالعہ بھی کیا ہو۔

صوتی ہم آہنگی:

شعری آہنگ کی تشکیل میں صوتی ہم آہنگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے......جس طرح شاعری میں یہ مقصد ردیف وقوافی اور متجانس آوازوں (Alliteration) سے لیا جاتا ہے، اسی طرح شاعرانہ یا مرصع نثر میں بھی یہ ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں......مقفی نثر، ایسی ہی صوتی ہم آہنگی کی تشکیل کی ایک صورت ہے......اگرچہ سرسید کے دبستانِ نثر کے فروغ کے ساتھ ہی اردو نثر میں قوافی کا التزام ختم ہوگیا تھا' یہاں تک کہ رومانوی اور جمالیاتی نثر لکھنے والوں نے بھی اس التزام کو غیر ضروری قرار دے دیا تھا لیکن بعض نثر نگاروں کے ہاں اس کی اتفاقی صورتیں نکل ہی آتی ہیں......اب معلوم ہوتا ہے کہ ''زندگی'' کے مصنف نے گو مقفی اور مسجع نثر لکھنے کا اہتمام نہیں کیا۔ تاہم قوافی کے اتفاقی استعمال سے گریز بھی نہیں کیا۔ قوافی کے استعمال میں انہوں نے کوئی خاص اصول نہیں برتا۔ نہ ہی فواصل (Distances) اور اختتامیوں پر قوافی لانے کا التزام کیا ہے......اگرچہ کہیں کہیں فواصل اور اختتامیوں پر بھی قوافی آگئے ہیں......مجموعی طور پر صرف قافیے کی خوبصورتی یا برجستگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے......مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱)　''سپیدۂ صبح دلہن کی نیند سے کھلنے والی آنکھوں کی طرح آہستہ آہستہ نمودار ہو رہا تھا اور موسمِ طفلِ معصوم کے تبسم سے زیادہ خوشگوار تھا۔ پرندے اپنے اپنے دلکش نغموں سے کلیوں کو بیدار کر رہے تھے۔''

(۲)　''لیکن میرے گھر کی تنگی اور تاریکی سے کچھ وہ پریشان اور اس کے شایانِ شان سامان نہ ہونے سے میں حیران۔''

(۳)　''اے جویائے راز! اس بے نیاز نے اس آب و ہوا میں......''

(۴)　''اپنا رباب بجاتی اور خدا کی حمد گاتی تھی۔''

(۵)　''جسم کثیف ہوں اور تو روحِ لطیف۔''

(۶)　''کہاں خاک اور کہاں عالم پاک۔''

(۷)　''ہاں متجسس ضرور ہوں، کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وطن مالوف یہاں سے کتنی دور ہے؟''

(۸)　''اور میرے حسن عمل پر تحسین و آفرین کے پھول برساتی تھی۔''

(۹)　''نزدیک آ کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا، میں نے سلام کا جواب دے کر ہاتھ ملایا۔''

(۱۰)　''لیکن مجھے متفکر سا پا کر گھبرا گئی، گویا لمحہ بھر کے لیے بہار آئی اور پھر خزاں چھا گئی۔''

(۱۱)　''میں تو ہر بلا و ابتلا سے مامون و مصئون ہوں۔''

(۱۲)　''اے سرمایۂ زندگانی، اس پریشانی کا کیا سبب ہے۔''

(۱۳)　''نہ تو میں کھانا کھاؤں گا، نہ گھر سے جاؤں گا۔''

(۱۴)　''یا تو وہ ناز برداریاں یا یہ تغافل شعاریاں۔''

(۱۵)　''مجھے بھی ایک گل کی رعنائی بہت بھائی۔''

(۱۶)　''آج یہ محسوس ہوا کہ میں گل ہوں اور وہ بلبل۔''

(۱۷)　''گھر مجھے کاٹ کھانے کو آتا اور میں دروازے کے اندر قدم رکھنے سے گھبراتا۔''

(۱۸)　''آج ضرور میرے گھر کی رونق بڑھاؤ اور ماحضر تناول فرماؤ۔''

(۱۹)　''وہ باتوں سے پھول برساتی اور مسکرا کر بجلیاں گراتی تھی۔''

(۲۰)　''کب تک فرشِ خاک پر بیٹھا عالمِ افلاک کی سیر کرتا رہوں گا۔''

رعایتِ لفظی:

اگرچہ رعایت لفظی (Association of words) شاعرانہ پیرایہ اظہار کی لازمی صفت نہیں، بلکہ بعض اوقات تو رعایت لفظی ''حقیقی شعریت'' کا خون کر دیتی ہے، لیکن مرصع عبارت کی ایک خصوصیت رعایت لفظی بھی ہے، شعری ہیئت کی تشکیل میں بھی لفظی اور معنوی تلازمات بہر حال اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے رعایتِ لفظی نثر میں صناعی اور عبارت آرائی کا ایک ذریعہ ضرور ہے۔ رجب علی بیگ سرور (فسانۂ عجائب) اس طرح کی صناعی کے ماہر کامل ہیں، محمد حسین آزاد بھی کہیں کہیں اس کی جھلک دکھا دیتے ہیں تاہم رعایتِ لفظی آزاد کی محبوب صنعت نہیں...... ''زندگی'' کے مصنف نے بھی کہیں کہیں اس سے ہنرمندانہ کام لیا ہے اور اس کے ذریعے عبارت کی برجستگی اور معنویت میں اضافہ کیا ہے...... چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱)　''اسے وارفتہ محبت پا کر مجھ میں آہستہ آہستہ سرد مہری پیدا ہونے لگی۔ شکر گزاری سے گردن جھکانے اور آنکھوں

پر بٹھانے کی بجائے میں اسے آنکھیں دکھانے لگا۔ میری یہ طوطا چشمی دیکھ کر وہ نرگس کی طرح حیران رہ گئی۔''
(الف۔ گردن اور آنکھوں میں اعضا کا تلازمہ۔ ب اور پھر آنکھوں کے محاورے اور تلازمات)

(۲) ''اس کی ہر نگاہِ غلط انداز میں ایک دعوت پنہاں تھی۔ آخر دسترخوان پر کھانا چنا گیا۔ میں تو دل و جگر کو کباب بنا رہا تھا اور نظروں کے تیر کھا رہا تھا۔ اور خانِ دوراں مجھے کم خوری کا مجرم ٹھہرا رہا تھا۔'' (دعوت، دسترخوان، دل و جگر کے کباب، نظروں کے تیر کھانا، کم خوری کا مجرم)

(۳) ''پہلے تو میں نے رختِ رز کو منہ لگانے سے انکار کیا، لیکن جب دستِ سیمیں گلے میں حمائل ہوئے۔''

(۴) ''پوچھا کہ تصاویر، آئینے اور دوسرے سامانِ آرائش کا یہ کیا حال ہے؟'' کہا جب آپ نے رونمائی کی قسم کھالی تو مجھے سامانِ خود نمائی کی کیا حاجت؟''

متوازیت (Parallelism) یا سجع متوازن و متوازی:

''سجع'' کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ خطیب یا ادیب کلام یا عبارت کے ضمن میں ایک وزن اور ایک آہنگ کے جملے استعمال کرے۔ نثر میں قافیے کو بھی سجع کا لازمہ قرار دیا گیا ہے۔ سجع کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ سجع متوازن، سجع متوازی، مسجع مطرف...... سجع متوازن یہ ہے کہ جملوں کے آخری کلمات بغیر کسی اور رعایت کے ہم وزن ہوں۔ جیسے مثلاً مواج اور نقاد...... سجع متوازی یہ ہے کہ جملوں کے آخری کلمات ہم وزن بھی ہوں اور ہم قافیہ بھی، جیسے مثلاً خلف اور تلف...... سجع مطرف یہ ہے کہ جملے کے آخر میں ایسے کلمات لائے جائیں جو ہم وزن تو نہ ہوں، لیکن ہم آواز یا ہم قافیہ ضرور ہوں جیسے مال و مآل، خار و چنار۔

''زندگی'' میں سجع کا اہتمام تو نہیں کیا گیا، لیکن کہیں کہیں ہم وزن یا متوازی جملے ضرور استعمال کیے گئے ہیں جو کہیں سجع متوازن کے ذیل میں آتے ہیں اور کہیں سجع متوازی کے۔ اسی طرح سطور بالا میں بعض مثالیں جو مقفیٰ عبارت کے طور پر پیش کی گئی ہیں، سجع متوازی اور سجع مطرف کے ذیل میں آتی ہیں۔ ''زندگی'' کے اکثر جملے ایسے ہیں کہ سجع کی تعریف پر تو پورا نہیں اترتے لیکن اس کے قریب ضرور آجاتے ہیں، اس لیے ہم نے ایسے جملوں کے لیے جو جوڑوں (Pairs) کی صورت میں استعمال ہوئے ہیں، متوازیت کی اصطلاح وضع کی ہے جس سے مراد ہے ہم وزن یا ہم آہنگ جوڑے (Rhythmic Pairs) انہیں متوازی جملے کہنا زیادہ موزوں ہوگا...... ''زندگی'' میں متوازی جملے کثرت سے استعمال ہوئے ہیں۔ ذیل میں کچھ مثالیں درج کی جاتی ہیں:

(۱) ''وہ روتے روتے لیٹ گئی میں پوچھتے پوچھتے سو گیا۔''

(۲) ''میں رونے لگا، وہ ہنس دی۔''

(۳) ''گناہ کے ابتدائی مراحل اکثر دلفریب ہوتے ہیں مگر انتہائی مراحل دل شکن ہوا کرتے ہیں۔''

(۴) ''دوزخ اپنا آتش فشاں منہ کھول دیتی ہے، جنت خوشی کے دروازے بند کر لیتی ہے۔''

(۵) ''کون اپنا گنوائے، دوسروں کا سنوارے۔''

(۶) ''انہیں عمل کی دنیا میں بھیجا گیا تھا، یہ خیال کی دنیا میں رہے۔''

(۷)　"میں دو روز کی بھوکی تھی، پیٹ بھر کر کھایا/ تھکی ہوئی تھی، جی بھر کر سوئی۔"

(۸)　"وہ پیدا کرتے/ یہ کھاتے ہیں۔"

(۹)　"ایک کے تن پر ریشم زیب دیتا ہے/ دوسرے کو جامہ ہی میں رہنا مشکل ہے۔"

(۱۰)　"جگہ جگہ زعفران کے کھیت/ میلوں تک کھلا ہوا موتیا۔"

متجانس الفاظ (Alliteration):

متجانس الفاظ یا آوازوں سے مراد یہ ہے کہ کلام یا عبارت میں ایسے الفاظ کا یک جا استعمال کیا جائے، جن کی ابتدائی اصوات ایک جیسی ہوں......اس صفت کو "تجنیسِ صوتی" بھی کہا جاتا ہے۔ "زندگی" میں اس صفت کا استعمال کثرت سے تو نہیں کیا گیا، تاہم اچھی خاصی تعداد مرکبات عطفی کی صورت میں یا الفاظ کے جوڑوں (Pairs) کی صورت میں کتاب میں مل جاتی ہے......کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱)　س/س:　"ساز و سرود انیس تنہائی بنے۔" (ز۔۱۲)

(۲)　د/د/د:　"جسے صرف دور سے دیوی کے درشن کی اجازت تو ہے۔" (ز۔۱۲)

(۳)　م/م:　"میں متشکک تو نہیں، ہاں متجسس ضرور ہوں۔" (ز۔۱۴)

(۴)　ن/ن:　"اس طرح گھر کا نان و نمک من و سلویٰ سے سوا مزا دیتا ہے۔" (ز۔۱۷)

(۵)　ش/ش:　"یکا یک سامنے سے چند نازفروشانِ شوخ و شنگ آتی دکھائی دیں۔" (ز۔۱۷)

(۶)　ز/ز:　"کسی نے زور سے اور کسی نے زاری سے اپنے پھولوں کو بچالیا۔" (ز۔۲۰)

(۷)　د/د:　"محنت کی راہ دراور دشوار دکھائی (دی)۔" (ز۔۲۴)

(۸)　س/س:　"اور پریم کی لہروں کو سنسار کی سیوا کے کام میں لاؤ۔" (ز۔۱۰۱)

(۹)　ت/ت:　"جہاں بالکل تنہائی ہو اور کوئی تماشائی نہ ہو۔" (ز۔۱۲۲)

(۱۰)　ت/ت:　"مگر افراد اور خاندانوں کے تنزل اور ترقی سے۔" (ز۔۱۲۳)

(۱۱)　م/م:　"جنھوں نے مجبور اور معذور انسانوں کی خدمت کی ہو۔" (ز۔۱۲۳)

(۱۲)　د/د:　"کوئی دیوار اور کوئی درخت کہیں کھڑا نہ رہا۔" (ز۔۲۶۲)

(۱۳)　ی/ی:　"گنہگار اور نیکوکار یمین و یسار پر آکر ٹھہریں۔" (ز۔۲۶۴)

(۱۴)　ہ/ہ:　"ہمارے ہمراہ آؤ اور بہشت میں داخل ہو جاؤ۔" (ز۔۲۶۴)

(۱۵)　ع/ع:　"قومی خطرے کے وقت عیاشی یا عبادت شروع کر دی۔" (ز۔۲۶۵)

دوسرا آہنگ: سادہ تر واقعاتی محاکات اور نثرِ معقول (Rational Pros):

"زندگی" میں اسلوبِ بیان کا دوسرا آہنگ سادہ اور آسان نثر کا قدرتی آہنگ ہے، جس میں متوازن انداز میں، بغیر کسی ساختہ یا آرائشی لوازمات کے واقعات کو ان کے حقیقی رنگ میں بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اسی آہنگ کا دوسرا پہلو

وہ متین اور معقول انداز ہے جو بعض مکالمات اور تقاریر میں اختیار کیا گیا ہے۔

کتاب کا نصفِ آخر بہت حد تک اسی آہنگ کا آئینہ دار ہے، اس میں الفاظ کی صناعی یا صنعت گری بہت کم ہے اور جذبات کے مقابلے میں فکر کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

(الف) سادہ تر واقعاتی محاکات کے چند نمونے:

(مراکش کی عورت کی زبانی):

(۱) ''میری شادی ہوئی۔ میرا خاوند ایک خوش رو نوجوان تھا۔ عسکری تربیت حاصل کرنے کے لیے وہ ایک اجنبی حکومت کی فوج میں ملازم ہو گیا۔ فن نقشہ کشی اس کی فطرت میں ودیعت تھا۔ شوق مہارت نے اس کو بندوق کا بہترین نشانہ باز بنایا۔ میں نے خود بھی فرسٹ ایڈ کے طریقے سیکھے۔ انگلستان اور جرمنی کی حریت پرور زمینوں کے قصے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے متعلق کتابیں پڑھیں، میرے خاوند کے پاس اتنی جائیداد نہ تھی کہ تسلی سے بسر اوقات ہو سکے، ہمارے پانچ بچے پیدا ہوئے، دو لڑکیاں اور تین لڑکے، جنہیں میں نے اسی طرح فوجی اور فرسٹ ایڈ کی تعلیم دلائی۔ کچھ خاوند کی تنخواہ کا سہارا تھا، کچھ سینا پرونا کر کے گزر اوقات کرتی تھی مگر مقصدِ حیات سے ایک لمحہ کے لیے غافل نہ ہوتی تھی۔'' (ز۔۱۰۷)

(۲) ''برادری کے لوگ ایک تو تماشا دیکھنا چاہتے تھے، دوسرے رسومات کے مارے میری طرح نادار تھے۔ لاچار میں نے مہاجن کے پاؤں پکڑے، پگڑی پاؤں پر رکھ دی۔ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بڑی مہربانی کی۔ ہزار دے کر پندرہ سو لکھوائے۔ دو پیسے شرح سود پر راضی ہوا، تم کہو گے بڑی رقم لی، مگر کیا کرتا! لڑکے کی پیدائش پر پانچ سو خرچ کیے، باپ کی موت پر ہزار نہ خرچ کرتا تو ناک کہاں رہتی۔ لوگ نہ کہتے کہ جس باپ کی کمائی اتنی دیر کھائی، اس کی قدر بیٹے کے برابر نہ ہوئی۔'' (''ایک پنجابی زمیندار کی کہانی''۔ ز۔۱۲۴)

(ب) نثرِ معقول:

...... یہ وہ آہنگ ہے جس میں متین لہجے میں استدلالی طریق کار اختیار کیا گیا ہے، مثلاً:

(۱) ''ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ اصل اخلاق یہ ہے کہ ہم جو کمائیں، بانٹ کر کھائیں۔ لیکن سوسائٹی کی موجودہ تشکیل مادی تقسیم کی متحمل نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو روپیہ اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے بعد بچ رہے، اس کا کچھ حصہ دنیا کے کام آئے گا۔ گاؤں میں کم از کم ایک سو پچاس نوجوان بے کار ہیں، جو اخلاقی اور مالی امداد کے محتاج ہیں، پچاس دہقانی ایسے ہیں جو مویشی خانے میں سوتے ہیں۔ علیحدہ مکان بنانے کی ان میں وسعت نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ نوجوانوں کو کام پر لگائیں۔ اور غریب دہقانوں کے لیے ایک مشترکہ مکان بنائیں جسے امیر غریب جو چاہے سونے بیٹھنے کے لیے استعمال کرے۔'' (ایک مسلم کی کہانی: ز۔۹۴)

(ج) خطیبانہ آہنگ: مواعظ اور تقریریں:

''زندگی'' کا ایک معتدبہ حصہ واعظانہ اور ناصحانہ مکالمات اور خطیبانہ تقریروں پر مشتمل ہے، اس معاملے میں چودھری افضل حق ...... نذیر احمد سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مولوی نذیر احمد کے لیے کہانی ثانوی حیثیت رکھتی

تھی۔اوّلیت ان کے اخلاقی اوراصلاحی مقصد ہی کوحاصل تھی۔لیکن نذیر احمد میں کہانی کہنے کی ایک قدرتی صلاحیت موجود تھی؛جس کے باعث ان کے ناولوں میں کہانی کا عنصر مسلسل موجود رہتا تھا۔چودھری افضل حق میں بھی کہانی کہنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔لیکن اصلاحی مقاصد کی فراوانی اورکئی ذیلی کہانیوں کے باعث ''زندگی''میں کہانی کا عنصر خاصا مجروح ہوا ہے۔اس کے باوجود یہ عنصر موجودہ حالت میں بھی اتنا قوی ہے کہ یہ کتاب مدتوں سے کہانی کے طور پر پڑھی جارہی ہے۔چودھری افضل حق ایک فطری فسانہ طراز ہیں لیکن ان کی فسانہ طرازی کی صلاحیت پر ان کے اندر کا اخلاقی معلم پوری طرح حاوی ہے۔اس لیے وہ کہانی کواخلاقی مقصد سے الگ کرکے دیکھ ہی نہیں سکتے' یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر کہانی کم ازکم ایک واعظانہ مکالمہ ضرور رکھتی ہے۔

جہاں تک خطابت کا تعلق ہے' شاعری کی طرح یہ بھی انسانی کلام کا ایک بلند تر آہنگ اور اسلوب ہے' مجموعی طور پر خطابت مسلمانوں کا تہذیبی اور ثقافتی ورثہ رہی ہے۔قدیم عرب تہذیب میں تمام مہذب اور شریف انسان یا شاعر ہوتے تھے یا خطیب...... بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ہر باشعور عرب پیدائشی طور پر خطیب ہوتا تھا۔چنانچہ خطابت کا جوہر مسلمانوں کے ادب میں ایک لطیف عنصر کے طور پر موجود رہا ہے۔

مغرب میں خطابت کے معیار اور روایت کا تعلق یونان اور روم سے رہا ہے ،سسرو (Cicero) اور ڈیماستھنیز (Demosthenes) جیسے مقرروں نے جدید دنیا کے لیے خطابت کے اصول فراہم کیے۔جدید پارلیمانی نظام نے خطابت کی روایت کو زندہ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

خطابت......انسانی کلام کا نسبتاً بلند آہنگ اسلوب ہے جس میں جملوں کی ساخت اور ترتیب کا اپنا ایک نظام ہوتا ہے،اس میں ہر بات مخاطب ہوکر کہی جاتی ہے اوراس کے مقاصد متاثر کرنا اور ترغیب دینا ہوتے ہیں۔ایک کامیاب خطیب عقلی استدلال سے زیادہ اپنے سامعین کے جذبات کو متاثر کرتا ہے۔اس لیے خطابت میں استعمال ہونے والی زبان اوراس کے اسالیب زیادہ تر جذباتی اقدار Emotive Values کے حامل ہوتے ہیں۔بلند پایہ خطابت سامعین کے دل میں رفعت اورشکوہ کے احساسات پیدا کرتی ہے' اوران کے فکر واحساس کو بلندی کی طرف مائل کرتی ہے۔لان جائی نس نے ارفعیت (Sublimity) کا تصور خطابت کے لیے دیا ہے۔

چودھری افضل حق کی زندگی کا ایک بڑا حصہ تقریریں لکھتے (رپورٹنگ) اور بعدازاں تقریریں سننے اور کرنے میں بسر ہوا۔تحریکِ خلافت میں شریک ہونے کے بعد انہیں برصغیر کے شبانہ روز گار خطیبوں اور مقرروں کی تقریریں سننے اور ان کے ساتھ تقریریں کرنے کے مواقع ملے،اس لیے تقریر اور خطابت ان کے جذباتی' فکری اورلسانی نظام کا ایک ناگزیر اور اہم عنصر تھی۔''زندگی'' لکھتے ہوئے انہوں نے کچھ تو موضوعات کے تقاضے سے اور کچھ اپنے ذوقی میلانات کے تحت' اپنے ذوقِ خطابت کی تسکین کے سامان خوب خوب فراہم کیے ہیں۔

خطابت کے عنصر کو بھی دوحصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (الف) واعظانہ مکالمے اور باقاعدہ تقریریں۔واعظانہ مکالمے کی صرف ایک مثال درج کی جاتی ہے:

''وہ بولی اے سرتاج!متقی وہ ہے جس پر موت کا خوف اور خدا کا ڈر اتنا مستولی ہو کہ ہر وقت گناہ پر نظر

رکھے اور نیکیاں کرتا رہے۔ وہ ہر انسان سے حسن سلوک کرتا ہے اور حق العباد کی نگہداشت سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ لواحقین اور ہمسایوں کے لیے سراپا رحمت ہوتا ہے۔ اس میں شوقِ شہادت تو نہیں ہوتا مگر غازیوں میں دریغ نہیں کرتا۔ صالح انسانوں کی امداد میں مصروف رہتا ہے۔ جب کبھی اس سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہو جاتا ہے تو برسوں شرمسار رہتا ہے، بیماروں کی خدمت کر کے کفارہ ادا کرتا ہے اور قومی و ملی تحریکات میں بقدر امکان استعانت کر کے روٹھے ہوئے خدا کو خوش کرنے کی سعی کرتا ہے۔''

(مرکزی کردار کی رفیقہ حیات کا مکالمہ ''راہِ نجات'' ز۔۵)

''زندگی'' کے جن کرداروں سے طویل اور با قاعدہ تقریریں کروائی گئی ہیں یا انہوں نے اپنی تقریروں کی باز آفرینی کی ہے، ان میں ایک معلم، عبدالکریم مولائی، خطیب حبیب اور حضرت آدم (علیہ السلام) کی تقریریں سرفہرست ہیں۔ ان تقریروں میں اکثر و بیشتر روانی اور برجستگی ہے۔ کبھی عقل و دانش سے اور کبھی دل سے خطاب کیا گیا ہے۔ آورد کے مقابلے میں آمد کا رنگ زیادہ ہے۔

چودھری افضل حق کے اسلوب کی ایک منفرد خصوصیت:

مقولہ سازی (Epigrammatic Sentence Making):

''زندگی'' کے مصنف میں مقولہ سازی کی زبردست صلاحیت ہے' اس معاملے میں ان کا ذہن کسی قدیم دانائی کے پراسرار سرچشمے سے مسلسل سیراب ہوتا رہتا ہے۔ مقولہ یا Epigram سے مراد ایک جملہ ہے جس میں زندگی سے حاصل ہونے والے تجربات اور ان سے حاصل ہونے والی دانائی سمٹ کر آ گئی ہو۔ مقولہ تعلیم کا ایک فطری انداز ہے، بلکہ خود فطرت کا اسلوب ہے جو اپنے آپ کو انسانی زبان میں ظاہر کرتا ہے۔ مقولہ ایک طرح کی مرتکز دانائی (Concentrated Wisdom) ہے، جو چند الفاظ کی ہنرمندانہ ترتیب میں سمٹ آئی ہے۔

یوں تو چودھری افضل حق کی ہر تحریر ان کے خودساختہ مقولوں سے لبریز ہے' تاہم ''زندگی'' میں اس طرزِ بیان کی گنجائش کہیں زیادہ تھی، اس لیے افضل حق نے ہر اہم موڑ پر ایک خوبصورت مقولہ تراشا ہے جو ان کے اسلوب میں نگینے کی طرح جگمگاتا ہے۔ مقولہ سازی کی اس غیر معمولی صلاحیت کے اعتبار سے اردو کا کوئی اور مصنف یا ادیب یا مفکر افضل حق کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ''محشر خیال'' کے مصنف سجاد علی انصاری کے ہاں بھی یہ مقولائی اسلوب موجود ہے، لیکن اس لائق اور ذہین انشاء پرداز کی ساری صلاحیتیں قول محال (Paradox) کی تخلیق میں صرف ہوئیں، ان کے تمام اقوال محال طنزیہ ہیں اور عقلی مغالطوں پر استوار ہیں' ان میں حکمت (Wisdom) نہیں، ذکاوت (Wit) ہے۔ جبکہ افضل حق کا ہر مقولہ پر خلوص تفکر کا آئینہ دار ہے افضل حق کے یہ مقولے انگریزی کی ایک اصطلاح Maxim کے مفہوم پر بھی پورے اترتے ہیں۔ جس کے لغوی معنی ہیں:

Piece of wisdom or rule of conduct expressed in a sentence.

ہمارے علاقائی ادب میں (بالخصوص منظوم داستانوں میں) جس چیز کو ''مقولہ شاعر'' کہا جاتا ہے' افضل حق کی تحریروں میں یہ اقوال یا مقولے کم و بیش وہی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی کوئی تحریر اس طرح کے اقوالِ حکمت سے شاذ ہی خالی نظر آئے گی۔

ساحر لدھیانوی

چودھری افضل حق*

مت سوچ کہ افضل نہیں اربابِ وطن میں
یہ دیکھ، فضا شعلہ فشاں ہے کہ نہیں ہے

جو آگ سلگتی رہی اس شیر کے دل میں
اس آگ سے ہر روح تپاں ہے کہ نہیں ہے

بیزار غلامی سے ہیں روحیں کہ نہیں ہیں
سرکش سا ہر اک پیر و جواں ہے کہ نہیں ہے

بجلی سی ہر اک ذہن کے آئینے میں رقصاں
شعلہ سا ہر اک دل میں نہاں ہے کہ نہیں ہے

کچلے ہوئے طبقات کی بڑھتی ہوئی تنظیم
آزادیٔ عالم کا نشاں ہے کہ نہیں ہے

جس دیس میں سانسوں پہ بھی تعزیر تھی اک دن
وہ شعلہ و صرصر کا جہاں ہے کہ نہیں ہے

بیدار جوانوں کی نگاہوں کا تمکن
ناموسِ وطن کا نگراں ہے کہ نہیں ہے

پچکے ہوئے سینوں میں پر افشاں ہے بغاوت
سوکھے ہوئے جبڑوں میں زباں ہے کہ نہیں ہے

اک سیلِ بلاخیز ہے گرداب کی زد میں
یہ کارگہِ شیشہ گراں ہے کہ نہیں ہے

(*وفات: ۸؍جنوری ۱۹۴۲ء)　　(مطبوعہ: ہفت روزہ ''اداکار'' لاہور و بمبئی۔ ۱۳؍جنوری ۱۹۴۵ء)

ترجمہ وتلخیص: فدا محمد عدیل　　(چوتھی وآخری قسط)

گوانتاناموبے میں کیا قیامت ڈھائی جارہی ہے؟

پاکستان میں طالبان کے آخری سفیر ملا عبدالسلام ضعیف
امریکی عقوبت خانے میں گزرے لہورنگ شب وروز کی دل گداز روداد بیان کررہے ہیں

ولی محمد صراف، عبدالرحمٰن نورانی اور بعض دیگر ایسے بڑے بڑے تاجر جو پشاور یا اسلام آباد میں رہتے تھے اور بہت مالدار تھے' سے پاکستانی اہلکاروں نے بھاری رقم لوٹی اور پھر امریکہ کے ہاتھ فروخت کردیا جواب بھی گوانتاناموبے میں زندگی کی قبروں میں پڑے ہیں۔عرب مجاہدین کے ساتھ جو سلوک پاکستان میں ہوا' وہ گوانتاناموبے میں بھی نہیں ہوا۔ گوانتاناموبے کے قیدی پاکستان کو''مجبورستان'' کہہ کر پکارتے۔

گوانتاناموبے میں تفتیش کے مراحل بڑے عجیب تھے۔تفتیش کا محور کوئی خاص ایشو نہیں تھا۔نہ تفتیش کاروں کے ہدف کا پتا چلتا اور نہ یہ بات پتا چلتی کہ ان کو تلاش کس کی ہے؟ ہرروز نئے نئے سوال پوچھے جاتے،کبھی کبھی پرانے سوالات دہرائے جاتے،جرم کی باتیں پیچھے رہ جاتیں۔ایک بار تفتیش کرنے والے نے کہا کہ یمن میں بحری جہاز تباہ کیا گیا تھا جس میں گیارہ امریکی عہدیدار ہلاک ہوئے تھے۔اس واقعے میں آپ کا ہاتھ تھا اور آپ اس وقت یمن میں موجود بھی تھے۔میں نے کہا میں کیسے گیا تھا یمن؟ اور کس راستے سے گیا تھا؟ اس نے کہا کہ ایران سے قطر اور قطر سے ایران گئے تھے۔میں نے کہا کہ آپ کو بحری جہاز کے آنے کا وقت اور جانے کا وقت معلوم تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔میں نے کہا میں دھماکہ خیز مواد اپنے ساتھ لے کر گیا تھا یا نہیں؟ اس نے کہا معلوم نہیں۔میں نے کہا کہ آپ کو اپنے بحری جہاز کے لنگرانداز ہونے کا وقت اور جگہ معلوم نہیں تو میں کس طرح نامعلوم بحری جہاز میں ایران،قطر اور پھر یمن گیا؟ اگر کوئی یہ ثابت کرے کہ میں نے آج تک ایران،قطر یا یمن دیکھا ہے تو میں آپ کا ہر الزام تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں۔

شاید یہ سارے تفتیش کار ہم سب قیدیوں کو انتہائی سادہ سمجھتے تھے اور ہم سے ایسے پیش آتے جیسے ہم بچے ہوں۔ ایک دن ایک چھوٹے قد کے موٹے شخص نے آکر انتہائی بدتمیزی سے بات شروع کی،میرے جوابات پر طنزیہ انداز میں مسکرا بھی دیتا اور آخر کار اس نے وہ سوال پوچھ ہی لیا جو اس کے دل میں معلوم نہیں کب سے جاگزین تھا۔اس نے پوچھا یہ مسلمان آخر کب ہمارے سامنے سر تسلیم خم کریں گے؟ اس سوال سے میرا خون کھول اٹھا مگر میں نے حوصلہ کر کے جواب دیا کہ آپ کی خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہوگی۔مسلمانوں کا ایک ٹولہ آپ کے خلاف امام مہدی کے ظہور تک جہاد کرے گا اور آخر میں غلبہ مسلمانوں کا ہی ہوگا۔اس نے پوچھا یہ ٹولہ کس کا ہوگا؟ طالبان کا یا القاعدہ کا؟ یا کسی اور کا؟ میں نے کہا کہ یہ مجھے معلوم نہیں مگر یہ یاد رکھیں کہ آپ اپنے اپنے اہداف تک اس قدر آرام سے نہیں پہنچیں گے۔اس نے لمبی سانس لی اور کہا کہ کاش یہ

امام مہدی جلد سامنے آئیں اور ہم ان سے نمٹیں تا کہ مسلمانوں کی یہ آخری امید بھی ختم ہو۔میں نے کہا کہ ہمیں بھی ان کے ظہور کا شدت سے انتظار ہے۔

ایک مرتبہ قیدیوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔بعض قیدی کھانا نہ کھاتے مگر پانی پیتے تھے۔بعض نے کھانا پینا دونوں ترک کر دیا۔عرب بھائیوں نے تادم مرگ بھوک ہڑتال شروع کی۔اس طرح ۲۷۵ افراد کھانے سے محروم تھے۔وہ صرف اور صرف احترام انسانیت چاہتے تھے ۔بھوک ہڑتال ۲۶ روز سے جاری تھی ۔ ہر پانچ میں سے چار قیدیوں نے بھوک ہڑتال میں حصہ نہیں لیا۔کیمپ کے انچارج جنرل نے قیدیوں کو یقین دہانی کرائی کہ جنیوا کنونشن کی بعض شقوں کے تحت قیدیوں کو حقوق دیئے جائیں گے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ قیدی بھوک ہڑتال ختم کر دیں۔کیمپ کے انچارج سعودی عرب کے شیخ شاکر جن کے پاس برطانوی شہریت تھی اور جن کو انگلش زبان پر عبور حاصل تھا' کو ہر قیدی کے پاس لے جایا جاتا اور ان کے ذریعے قیدیوں کو یقین دہانیاں دے دے کر کھانا کھانے پر راضی کیا جاتا۔قیدیوں نے ہڑتال ختم کی اور کھانا کھانا شروع کیا۔قیدیوں کی جانب سے چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جسے قیدیوں کے مطالبات ترتیب دینے اور امریکی حکام کے سامنے پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ۔اس کمیٹی میں شیخ شاکر ، شیخ عبدالرحمٰن ، شیخ غسان ، شیخ جابر ، شیخ ابوعلی اور میں (عبدالسلام ضعیف) شامل تھا۔ مذاکرات کے لیے دومرتبہ کوشش کی گئی مگر بارآور ثابت نہ ہوسکی۔آخر کار تیسری مرتبہ ۷/اگست ۲۰۰۵ء کو کیمپ کے داخلی دروازے کے پاس اجلاس ہوا جس میں کمیٹی کے ہم چھ ارکان کیمپ کے انچارج بمب گارنر، ایک کمانڈر اور ایک دوسرا شخص شامل تھا۔بمب گارنر بہت چالاک اور عیار تھا۔قیدیوں کو کہتا تھا کہ میں ابلیس شیطان ہوں۔اس نے اجلاس کے ابتداء میں ہی کہا کہ میں کیمپ کو پرامن اور مسئلوں سے پاک دیکھنا چاہتا ہوں۔میں یہ جانتا ہوں کہ قیدی آپ (کمیٹی کے چھ ممبران) کی بات مانتے ہیں ۔میں آپ کے فیصلوں کا احترام کروں گا۔میں نے امریکی وزیر دفاع ڈونلڈ رمزفیلڈ سے بات کی ہے تا کہ آپ کو جنیوا کنونشن کے مطابق حقوق دیئے جائیں ۔البتہ اس بات کا فیصلہ ہم کریں گے کہ کون سے حقوق دیئے جائیں اور کون سے نہ

طالبان کے شبہ میں پکڑے جانے والے

امریکہ نے ان معصوم افغانوں کو بھی طالبان اور القاعدہ کے کھاتے میں پکڑا تھا جن کا دونوں سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔مثلاً ان سب افغانوں کو پکڑا گیا جنہوں نے کسی طالب یا مجاہد کو پناہ دی ، ان کو کھانا کھلایا یا کسی مشہور طالب یا مجاہد کا نام کسی نے لیا، یا کسی نے دیکھا۔ایک افغان کو اس لیے پکڑا گیا کہ اس نے مجاہدین جیسا کوٹ پہنا تھا ،ایک کو جیب میں ٹیلی فون سیٹ رکھنے پر جبکہ ایک چرواہے کو دوربین رکھنے پر پکڑا گیا اور ان سب کو بعد میں جنگی مجرم ثابت کیا گیا۔اکثر بھائی مجھے تفصیلی روداد بیان کرتے جس پر مجھے بہت افسوس ہوتا۔افغان قیدیوں میں طالبان ،مجاہدین ،موجودہ افغان حکومت کے اہلکار،موچی،لوہار، چرواہے،صحافی،صراف،دکاندار ائمہ مساجد حتیٰ کہ امریکہ کے اپنے ترجمان بھی شامل تھے عرب بھائیوں میں بھی ایسے تھے جو پاکستان یا پاکستان کی طرح دوسرے ممالک نے امریکی ڈالروں کے عوض فروخت کیے تھے۔پختون علاقوں کے وہ افراد جو عرب ممالک میں محنت مزدوری کرتے تھے اور وطن واپس آئے تھے ،ان کو پکڑا گیا تھا۔ان بے چاروں کے ویزوں کی مدت بھی ختم ہوگئی مگر ظالم امریکیوں نے ان کو نہیں چھوڑا۔

دیئے جائیں ۔ہم نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں ،مذہبی شعائر کی بے حرمتی اور امریکی فوجیوں کے غیر قانونی اور غیر انسانی اقدامات کی شکایت کی ۔ہم نے کہا کہ چار سال تک دنیا کو ورغلایا گیا کہ گوانتا نامو بے میں دہشت گردوں کو رکھا گیا ہے ،یہ سلسلہ اب بند کیا جائے ۔خود کو شیطان کہنے والا کیمپ انچارج سب کچھ مانتا اور کہتا کہ جو ہوا سو ہوا۔آئندہ آپ کے ساتھ انسانی سلوک کیا جائے گا مگر اس کے یہ سارے وعدے جھوٹ ثابت ہوئے ۔اجلاس میں شرکت کرنے والے قیدیوں کو باقی قیدیوں سے الگ کر دیا گیا اور ظلم وستم کا سلسلہ مزید دراز کر دیا گیا۔بھوک ہڑتال پھر شروع کر دی گئی ۔تین سو سے زائد قیدی بھوک ہڑتال کے لیے تیار ہوئے ۔بیس قیدیوں نے تو پکا عزم ظاہر کیا کہ وہ تادم مرگ بھوک ہڑتال جاری رکھیں گے اور امریکیوں پر مزید اعتماد نہیں کریں گے ۔امریکہ کے اوپر بداعتمادی کا یہ سلسلہ میری رہائی یعنی ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۵ء تک جاری رہا۔بھوک ہڑتال کے باعث ہسپتال مریضوں سے بھر گیا ،ان کو بے ہوشی کی حالت میں دوا دی جاتی ،قیدی ہوش میں آتے تو ڈرپ وغیرہ اتار کر پھینک دیتے اور دوائیاں کھانے سے انکار کر دیتے ،انتہائی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے اور مرنے تک بھوک ہڑتال جاری رکھنے کا عزم ظاہر کرتے ۔پھر وہ مرحلہ بھی آیا جب پانچ ڈاکٹروں نے مل کر بے ہوش مریضوں کو نتھنوں میں پائپ لگا کر خوراک دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔سننے میں آرہا ہے کہ گوانتا نامو بے میں حقوق کے لیے قیدیوں کی ہڑتال کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

جنرل ملر کا ایکو کیمپ:

امریکی جنرل ملر بہت ظالم اور متعصب تھا۔اس نے فوجیوں کو قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کی مکمل اجازت دے رکھی تھی ۔بعد میں اس کو عراق تبدیل کر دیا گیا۔ ایکو کیمپ بھی اسی نے بنایا تھا جس میں ۲۴ گھنٹے اندھیرا چھایا رہتا۔اس کیمپ میں الگ الگ چھوٹے چھوٹے کمرے ہوتے تھے جن میں قیدی تنہا ہوتے تھے ۔یہاں قیدی بھائیوں کو اندھیرے کے باعث دن اور رات کا پتا نہ چلتا تھا ۔یہاں رہ کر بہت سے قیدی نفسیاتی مریض بن گئے تھے ۔قیدی یہاں چیختے مگر ان کی چیخوں کی آوازیں کسی کو سنائی نہ دیتی تھیں ۔ریموٹ کنٹرول کیمرے جگہ جگہ نصب تھے جن کے ذریعے قیدیوں کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی ۔برطانوی شہریت رکھنے والا ہمارا ایک بھائی احمد اس کیمپ میں تین سال گزارنے کی وجہ سے شدید ڈپریشن کا مریض بن گیا تھا۔احمد دینی تعلیم حاصل کرنے پاکستان گیا تھا مگر حکومت پاکستان نے اس کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کر دیا۔ میرا قندھار قیدی کیمپ میں بھی پڑوسی تھا ،انگلش روانی سے بولتا تھا۔احمد کو بعد میں اتنے امراض ہو گئے تھے کہ وہ بالکل بے حس ہو کر رہ گیا تھا،کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی ،ہر وقت اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا۔گوانتا نامو بے میں کبھی کبھار رات کو اٹھ کر نعتیں پڑھتا اور تلاوت کرتا ،اکثر قرآنی آیات غلط پڑھتا تھا۔وہ کہتا کہ مہدی علیہ السلام آرہے ہیں،اس بات سے خود کو تسلی دیتا۔یمن کے طارق عبدالرحمٰن المعروف ڈاکٹر ایمن سعید آرتھوپیڈک سرجن تھے ۔ویزہ لے کر تعلیم کے حصول کے لیے پاکستان گئے تھے اور پھر مکمل قانونی دستاویزات کے ذریعے افغانستان آئے تھے ۔کابل میں الفلاح نامی این جی او میں ملازمت اختیار کر رکھی تھی ۔طب کے شعبے سے منسلک افراد کو قید نہیں رکھا جا سکتا مگر ڈاکٹر ایمن سعید کو گرفتار کر کے

گوانتاناموبے پہنچادیا گیا۔ان کو اتنا ذہنی اور جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا کہ آخر میں پاگل ہوگئے۔ان کی طرح اور بھی بہت سے قیدی پاگل ہوگئے تھے مگر ان کو سزا باقاعدگی کے ساتھ دی جاتی تھی حالانکہ پاگل اللہ کے حساب کتاب سے بھی مستثنٰی ہیں۔

گوانتاناموبے میں امریکی فوجیوں کے مختلف گروپ:

گوانتاناموبے میں فوجیوں کے تین گروپ تھے۔ایک گروپ کا نشان درخت تھا، دوسرے کا کبوتر، تیسرے کا ہلال تھا۔درخت کا نشان رکھنے والا گروپ اچھا سلوک کرنے والے فوجیوں پر مشتمل تھا۔یہ فوجی پروگرام کے مطابق عمل کرتے تھے، متعصب نہیں تھے، پورا کھانا اور پھل دیتے تھے، نیند کے اوقات میں تنگ نہیں کرتے تھے، بے وجہ تلاشی اور تفتیش نہیں کرتے تھے، غسل اور چہل قدمی کا پورا وقت دیتے تھے، اپنے افسروں کو جھوٹی رپورٹیں نہیں دیتے تھے، ہمارے کپڑوں کا بھی خیال رکھتے تھے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں احتیاط سے پہناتے تھے۔ ہمارے ساتھی بھی اس گروپ کے فوجیوں کے لیے کوئی مسئلہ نہیں بناتے تھے۔اگر کوئی دل برداشتہ ہوکر اس گروپ کے فوجیوں سے سخت لہجے میں بات کرتا تو ہم اسے سمجھاتے کہ یہ اچھے لوگ ہیں۔کبوتر کا نشان رکھنے والے گروپ کے فوجی مختلف مزاج کے تھے۔شیڈول کے مطابق کام کرتے تھے مگر نیم متعصب تھے، کھانے میں ناانصافی سے کام لیتے تھے اور قیدیوں کو بار بار سزائیں دیتے تھے، رات کو پریشان کرتے اور پوری نیند نہ لینے دیتے مگر ان میں بھی بعض فوجیوں کا رویہ ٹھیک تھا۔

جس گروپ کا نشان ہلال تھا۔اس کے فوجی پرلے درجے کے متعصب تھے۔ان کا اخلاقی درجہ صفر تھا، قیدیوں کو ہمیشہ بھوکا رکھتے تھے، ان کو گندے کپڑے دیتے تھے، نیند کے وقت بلیوں اور کتوں کی طرح آوازیں نکال کر پریشان کرتے اور قیدیوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کر کے ان کو غصہ دلاتے تھے۔ان میں بعض فوجی ایسے تھے جن میں بعض اوقات انسانوں والی نشانیاں دیکھنے کو مل جاتی تھیں۔ان کے علاوہ بھی تین چھوٹے گروپ تھے۔ ان میں چابی والا گروپ، ہسپانوی گروپ اور نائن فور (۹۴) نامی گروپ تھا۔ہسپانوی گروپ کے فوجیوں میں تعصب نہیں تھا، ان میں بلا کی انسانی ہمدردی تھا۔وہ ہم سے کہتے تھے کہ ہمارا آباؤاجداد مسلمان تھے، اسی وجہ سے وہ نماز کا احترام کرتے تھے، قرآن کریم کی بے حرمتی نہیں کرتے تھے اور اضافی روٹی کے ساتھ ساتھ پانی، شیمپو اور صابن بھی دیتے تھے۔اس گروپ

جو امریکہ کے جاسوس بن گئے

بعض قیدی مجبور ہوکر امریکیوں کے لیے ہماری جاسوسی بھی کرتے تھے۔جس پر ہمارے ساتھی ایسے قیدیوں سے نفرت کا اظہار کرتے اور ان سے بات نہ کرتے، ان پر تھوکتے۔ان میں فدا، زرمت کے سردار اور کنڑ کے انور شامل تھے جو بعد میں مرتد ہوگئے اور اللہ، اس کے رسول (ﷺ) اور قرآن کریم کی بے حرمتی کیا کرتے تھے۔یہ ثمود نامی کمانڈر کے لوگ تھے جو امریکیوں کے لیے کام کرتے تھے۔تیسرے کیمپ میں عراق کے علی، شاکر، ارقان، عبدالرحیم اور محمد ایسے ہی مشکوک لوگ تھے۔تین افغانوں پر بھی جاسوسی کا شک تھا۔یہ افغان اور عرب جب ہمارے قریب آتے تو ہم اپنی زبانوں پر کنٹرول کر لیتے۔ان کی سرگرمیوں سے ہر قیدی تنگ تھا، یہ جب سے دور ہوتے تو ہم خدا کا شکر بجالاتے۔آخر میں یہ لوگ بہت ذلیل ہوئے کیونکہ ان کی معلومات درست نہ تھیں اور امریکیوں کے لیے ناقابل اعتبار بن گئے۔یہ جاسوس عیسائیوں کی طرح عبادت کرنے لگے پھر بھی امریکیوں کو ان پر یقین نہیں رہا۔

کے فوجی انتہائی مختصر مدت کے لیے وہاں رہے کیونکہ بعد میں امریکیوں کو شک ہو گیا تھا کہ وہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ مجھے ایک ہسپانوی فوجی نے ہٹائے جانے سے بیس دن قبل کہا تھا کہ امریکی حکام ہمیں یہاں رہنے نہیں دیں گے اور کسی دوسری جگہ منتقل کر دیں گے۔

چاپلی والے گروپ کے فوجیوں کو انسانیت چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ تعصب ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، ہر وقت بداخلاقی کے مظاہرے کرتے رہتے اور ہمارے مذہبی شعائر کا احترام نہ کرتے تھے۔ اپنے اعلیٰ حکام کو جھوٹی رپورٹیں ارسال کرتے اور قیدیوں کو سخت سزائیں دلواتے تھے۔ قرآن مجید کی بار بار بے حرمتی کرتے، قیدیوں کو مشتعل کرتے، ان کو تشدد کا نشانہ بناتے اور رات کے وقت بے جا تلاشی لیتے اور جب قیدی محوِ خواب ہو جاتے تو فرش کے ساتھ اپنے بھاری بوٹ مار مار کر شور مچاتے۔ تاہم ان میں سے بھی بعض فوجی قیدیوں کی خدمت کرتے نظر آ جاتے۔ نائن فور گروپ کے فوجیوں میں شیطانی خصلتیں تھیں۔ وہ تمام کے تمام وحشی اور مغرور تھے، قیدیوں کی تکلیف میں خوشی محسوس کرتے تھے اور ان کو جتنی تکلیف دے سکتے، دیتے تھے۔ ٹیڑھے منہ بات کرتے اور اگر کوئی قیدی تکلیف سے مر بھی رہا ہوتا تو یہ اس کے قریب نہ جاتے۔ ڈاکٹروں کو مریضوں کی رپورٹ بروقت نہ دیتے تھے، بغیر کسی وجہ کے سزائیں دیتے تھے، ہر بات پر گالی دیتے تھے، ان کا رویہ اتنا خراب تھا کہ قیدیوں نے باقاعدہ مزاحمت شروع کر دی جس پر فوجیوں کو وہاں سے منتقل کر دیا گیا۔ ہمارا شک تھا کہ وہ یہودی تھے اور اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے۔

قرآن پاک کی بے حرمتی:

ایک دن تیمّم کر کے ہم باجماعت نماز پڑھ رہے تھے۔ میں امامت کرا رہا تھا۔ اس دوران آواز آئی کہ عادل تیونسی تفتیش کے لیے حاضر ہو۔ ہم چونکہ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے فوری عمل درآمد نہ ہو سکا۔ ہم سجدہ میں تھے کہ دو فوجی میرے سر اور کمر پر بیٹھ گئے۔ میں سجدے سے نہ اٹھ سکا۔ چنانچہ نماز خراب ہو گئی پھر عادل کو نماز کے دوران ہی زبردستی لے جایا گیا۔ ہم نے سلام پھیرا اور از سرِ نو نماز پڑھنا شروع کی۔ ہونا یہ چاہیے کہ ہر حالت میں مذہبی شعائر کا احترام کیا جائے۔ دنیا کے تمام مسائل مذاہب کا احترام نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

کھانا چونکہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر کھانے کی پابندی تھی۔ اس لیے ایک مرتبہ آدھ گھنٹہ سے زیادہ وقت لینے پر ایک پاکستانی قیدی کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ہمارے پڑوس کے خیمے میں اس وقت پاکستانی بھائی کو دانتوں کا شدید درد تھا۔ نرسیں ہر مرض کے لیے "Talinol" نامی گولیاں دیتی تھیں۔ اس کو بھی یہی گولیاں دی گئیں مگر اس کا درد بڑھتا گیا۔ وہ اس درد کی وجہ سے کھانا نہیں کھا سکتا تھا۔ ایک بندر نما نیلی آنکھوں والا چھوٹے قد کا امریکی فوجی آیا اور مقررہ وقت کے اندر کھانا نہ کھانے پر اس کی سرزنش شروع کر دی۔ پاکستانی بھائی نے کہا کہ مجھے تھوڑا سا اور وقت دیں، میں معذور ہوں۔ یہ سن کر فوجی نے اس کو خیمے کے دروازے کی طرف کھینچ کر اس پر مکوں کی بارش کر دی۔ پاکستانی بھائی کے ساتھ اس غیر انسانی سلوک پر ہم نے رات کو بھوک ہڑتال کر دی اور کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ وہ وحشی فوجی چونکہ قرآن مجید کی بے حرمتی بھی کیا کرتا تھا اس لیے قیدیوں کو اس سے دوہری نفرت ہو گئی تھی۔ بعد ازاں دوسرے فوجیوں کی اس یقین دہانی پر کہ آئندہ اس قسم کا سلوک نہ ہو گا

ہم نے بھوک ہڑتال ختم کر دی۔ایک دن میں سورہا تھا، باقی ساتھیوں میں سے کوئی تلاوت میں مصروف تھا، کوئی وظیفہ پڑھ رہا تھا اور چند ساتھی شطرنج کھیلنے میں مصروف تھے۔ایک یمنی بھائی کو شطرنج کے کھیل سے بہت لگاؤ تھا۔وہ کہتا تھا: امام شافعیؒ نے اس کھیل کو روا قرار دیا ہے۔میں اچانک رونے کی آواز سن کر جاگ اٹھا، دیکھا کہ چند ساتھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں اور سب انتہائی افسردہ ہیں۔میں نے پوچھا کیا ماجرا ہے تو سعودی عرب کے محمد نواب نامی ساتھی نے اسی بڑے سر والے امریکی فوجی کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس نے ہماری طرف دیکھ دیکھ کر قرآن مجید کی بے حرمتی اور اسے اس ڈرم میں پھینک دیا جو آدھا زمین کے اندر دھنسا ہوا تھا اور جس میں قیدی پیشاب کیا کرتے تھے ماجرا سن کر میرا بھی خون کھولنے لگا اور انتہائی افسوس ہوا۔یہ میرے لیے دردناک ترین واقعہ تھا۔اس واقعہ کو کچھ عرصہ بعد ''نیوز ویک'' نے بھی رپورٹ کیا مگر اس نے گوانتاناموبے سے اس واقعے کو منسوب کیا حالانکہ درحقیقت یہ دل ہلا دینے والا واقعہ قندھار میں ہوا تھا۔اس کے بعد ہم نے ریڈ کراس والوں سے کہا کہ ہم سے قرآن پاک کے نسخے واپس لے جائیں کیونکہ ہم یہاں اپنی مقدس کتاب کی حفاظت سے قاصر ہیں مگر ریڈ کراس والوں نے ہماری بات نہیں مانی یا وہ ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے یا پھر کر نہیں سکتے تھے۔اس کے بعد قرآن مجید کی بے حرمتی معمول بن گئی۔ہمیں ذہنی تشدد کا نشانہ بنانے کے لیے کتے لائے جاتے جو قرآن کریم کے نسخوں کو سونگھتے پھر فوجی ان نسخوں کو انتہائی بے دردی سے زمین پر پھینک دیتے۔یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک میں قندھار میں رہا۔

۵۰ لاکھ ڈالر کی رشوت

ایک دن ایک فرنچ کٹ داڑھی والا تفتیش کار آیا۔اس نے مجھے کہا کہ میں آپ کے لیے خصوصی طور پر واشنگٹن سے آیا ہوں۔مجھے وہ مداری لگتا تھا۔قریب آیا اور میرے ہاتھ پاؤں ایسے دیکھنے لگا جیسے کوئی ڈاکٹر ہو۔میرے زخموں کے نشانات دیکھ کر افسوس کرنے لگا اور پوچھنے لگا کہ ان ظالموں (امریکیوں) نے آپ کو اتنا سخت باندھ کے رکھا؟ ان کو رحم کیوں نہ آیا؟ کیوں کیوں کیوں؟ اس کے بعد اس نے میری طرف دیکھ کر کہا: ''میں آپ کے لیے بڑی خوشخبری لایا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم نے آپ کے لیے پانچ ملین ڈالر مختص کیے ہیں۔آپ اپنا بینک اکاؤنٹ نمبر دیں۔اس رقم پر صرف اور صرف آپ کا اختیار ہوگا۔آپ کے پاس گاڑی ہوگی، اپنا ذاتی بنگلہ ہوگا اور آپ کا شمار کابل کے امیر ترین لوگوں میں ہوگا۔'' مجھے یہ سن کر کابل میں مشہور بلی اور چوہے کا لطیفہ یاد آ گیا کہ اتنا مختصر سفر اور اتنا زیادہ فائدہ؟ ساتھ ہی اپنا بچپن بھی یاد آ گیا جب ہم مٹی کے گھروندے محل بناتے، ان میں شادیاں کراتے اور اپنی سلطنت بناتے تھے۔میں نے پوچھا میرے اوپر اتنا احسان آپ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ ہمارے لیے کام کرو، جو ہم کہیں وہ مانو، پھر عیش کرو۔میں نے کہا کہ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے، آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔پہلے بھی آپ کے سوالوں کا جواب سچ سچ دیا ہے اب بھی سچ ہی کہوں گا۔مجھے اور کچھ نہیں صرف آزادی چاہیے اور بس۔دوسرا یہ کہ میرا کوئی بینک اکاؤنٹ نہیں ہے۔اس طرح چار گھنٹے بحث کے بعد وہ چلے گئے۔مجھے رہائی نصیب ہوئی اور نہ کوئی پیسہ ملا۔

گندمی رنگت والے امریکی فوجی:

گوانتاناموبے میں فوجیوں کے گروپ بدلتے رہتے تھے۔ان میں اچھے لوگ بھی ہوتے اور برے بھی۔ہر چھ مہینے

بعد فوجی بدل جاتے ۔زیادہ تر فوجی ہماری حالت زار پر افسوس کرتے اور ہماری دردبھری داستانیں سن کر کہتے کہ امریکی حکومتی عہدیدار ہمیں صحیح استعمال نہیں کر رہے اور جھوٹ بول کر ہمیں دھوکہ دے رہے ہیں ۔ یہ فوجی وعدہ کرتے تھے کہ وہ متعصب امریکی وحشیوں کے سلوک سے میڈیا کو آگاہ کریں گے ۔ ہوسکتا ہے بعد میں انہوں نے ایسا کیا ہو۔ایک دن ایک بڑے فوجی افسر نے امریکیوں کا وحشیانہ سلوک دیکھا تو رو پڑا اور کہنے لگا کہ ہم ظالم ہیں،اس کے ساتھ ساتھ وہ خود کو مجبور اور بے بس بھی کہتا رہا۔

امریکی فوجیوں کے رنگت کے لحاظ سے تین گروپ تھے ۔گندمی رنگت کے حامل فوجیوں کا سلوک اچھا تھا،وہ متعصب نہیں تھے ۔کالی رنگت والے دنبوں کی طرح سست،کم عقل اور غلاموں کی طرح کی طبیعت کے مالک تھے،ان پڑھ قسم کے تھے اور بے تحاشا کھانا کھاتے تھے ۔ یہ کالے فوجی امریکی گورے فوجیوں کے خلاف بہت شکایتیں کرتے تھے،ان کو گالیاں دیتے اور ان کو خودغرض اور ظالم کہتے تھے ۔کالے فوجی جب ہم سے بات کرتے تو انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے ۔ہمیں کوئی چیز دیتے تو ادھر ادھر دیکھ کر چھپ کر دیتے تھے ۔سرخ امریکی فوجی فریبی اور دھوکے باز تھے،جھوٹ کے استاد تھے اور کالوں سے خود کو برتر محسوس کرتے تھے ۔تفتیش کار اکثر یہی سرخ امریکی ہوا کرتے تھے جبکہ چوتھے گروپ کے فوجیوں کی تعداد خاصی کم تھی ۔اس گروپ کے فوجیوں کو ''انڈین'' کہا جاتا تھا جو اصل امریکی ہیں اور امریکہ دریافت ہونے سے قبل وہاں آباد تھے ۔ان کی تعلیمی سطح انتہائی کم تھی ۔ اکثر فوجی نشہ کرنے والے تھے،دیگر امریکی فوجی اپنے ہی ملک کے ان فوجیوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے ۔ یہ فوجی بھی دوسرے امریکی فوجیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور ان کو بے رحم و ظالم کہتے تھے ۔ وہ ہمیں تسلی دیتے اور مظلوم کی نظر سے دیکھتے ۔

گوانتانا موبے کا مقصد کیا ہے؟

گوانتانا موبے میں وقت کے فرعون کے مظالم سہنے والا ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ زندان ہر اس مسلمان کے لیے بنایا گیا ہے جو امریکی پالیسیوں کا مخالف ہے ۔ جہاں امریکہ جو چاہتا ہے' کر سکتا ہے ۔دہشت گردی کے نام پر گرفتار ہونے والوں کے ساتھ امریکہ ہر غیر قانونی سلوک کر سکتا ہے کیونکہ گوانتانا موبے کے جزیرے میں دنیا کا کوئی قانون نہیں چلتا۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ صدر بش نے دنیا کے سامنے جو جھوٹ بولا وہ محض دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے تھا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ گوانتانا موبے کے اکثر قیدی بے گناہ ہیں ۔ بہت سے ایسے ممالک جو امریکی اتحادی ہیں' اپنے کیے پر پشیمان ہیں ۔ ان کے سامنے امریکہ کا بھیانک چہرہ بے نقاب ہو چکا ہے مگر مجبور ہیں ۔ یہ ممالک اپنی مجبوری کے تحت امریکی مظالم پر خاموش ہیں ۔میں سوچتا ہوں' گوانتانا موبے کے بدنام زمانہ عقوبت خانوں کے قیام کا مقصد کیا ہے؟اس سے امریکہ کو کیا فائدہ ہے؟ میری نظر میں فائدہ کوئی نہیں سراسر امریکہ کا اپنا نقصان ہے ۔ یہ گوانتانا موبے امریکی ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے مگر اس کا مکمل ادراک دنیا اور خود امریکی عوام کو مستقبل میں ہوگا۔صدر بش نے ثابت کر دیا ہے کہ احترام آدمیت اور انسانی حقوق صرف طاقتور اقوام کے لیے ہیں اور مظلوم مسلمانوں کو کسی قسم کا حق حاصل نہیں ۔امریکہ نے مسلمانوں کو انسانی حقوق کا غاصب اور قانونی مجرم ثابت کرنے کی کوشش کی مگر خود گوانتانا موبے کی وجہ سے دنیا بھر میں امریکہ کو انسانی حقوق کا غاصب خصوصاً مسلمانوں کا دشمن سمجھا گیا۔ دنیا نے جان لیا کہ امریکہ ریاستی اور بین الاقوامی قوانین کو پاؤں تلے روندنے والا ملک ہے ۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں امریکہ کی نفرت بڑھی ، یہ ایسے نکات ہیں جن کی وجہ سے ہر گزرتے دن کے ساتھ

امریکی وقار کو ٹھیس پہنچ رہی ہے۔ گوانتا ناموبے کی وجہ سے امریکہ نے یہاں کے ہر قیدی کو اپنا دشمن بنالیا، قیدیوں میں ایسے بھی تھے جو امریکی پالیسیوں کے خلاف نہ تھے مگر جب امریکی مظالم انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ بھی امریکہ کے سخت دشمن بن گئے۔ گوانتا ناموبے کی وجہ سے وہ لوگوں کے ہیرو اور رہبر بن گئے۔ اب اگر یہ ہیرو امریکہ کے خلاف کچھ کرنا چاہیں تو ایک اشارے پر بہت کچھ کر سکتے ہیں اور ہر ایک شخص باقاعدہ اپنی موثر جماعت بنا سکتا ہے۔ کہتے ہیں احمق دوسروں کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا اپنے آپ کو۔ اگر دہشت گردی کا مطلب لوگوں کو خوفزدہ کرنا ہے تو سب سے بڑا دہشت گرد تو خود امریکہ ہے جس نے گوانتا ناموبے کی صورت میں معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کو اپنے ظالمانہ سلوک سے ڈرانے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

میری رہائی کی خوشخبری:

۱۱رمئی ۲۰۰۴ء رمضان المبارک کو مجھے تفتیش کے لیے لے جایا گیا۔ یہ جگہ میرے لیے نئی تھی۔ جس کمرے میں مجھے بٹھایا گیا' وہاں ائر کنڈیشنر اور ٹی وی بھی لگا ہوا تھا۔ خلاف معمول میرے ہاتھ پاؤں کھولے گئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک افغان اور تین امریکی آئے۔ دو امریکی تفتیش کار تھے جبکہ تیسرے نے امریکہ کے افغانستان میں قائم سفارتخانے کے اہلکار کے طور پر اپنا تعارف کرایا۔ افغان باشندے نے خود کو افغان حکومت کا ایلچی بتایا مگر مجھے یقین نہیں آیا، باتیں شروع ہوئیں تو ان کا رویہ بڑا شائستہ تھا۔ انہوں نے مجھے کھانا کھلایا جس کو میں صحیح معنوں میں کھانا کہوں گا جو چار سال بعد مجھے نصیب ہوا تھا۔ میں نے حد سے زیادہ کھانا کھایا، کھانے کے ساتھ فروٹ اور کولڈ ڈرنک بھی دی گئی۔ ان افراد نے وعدہ کیا کہ وہ میری رہائی کے لیے بھرپور کوشش کریں گے مگر اس کے بعد بھی ایک سال تک گوانتا ناموبے میں رہا۔ میں رہا ہونا چاہتا تھا مگر مجھے شرائط معلوم نہ تھیں۔ یکم نومبر ۲۰۰۵ء کو ایک تفتیش کار نے خوشخبری سنائی کہ اگلے ہفتے آپ کو رہا کر دیا جائے گا مگر اس سے پہلے آپ کو کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا' گھبرانا نہیں۔ دوسرا ہفتہ شروع ہو گیا، پہلے ہی دن مجھے ایسی جگہ لے جایا گیا جس کو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ جگہ زندگی کی تمام سہولتوں سے آراستہ تھی۔ پہلی دفعہ میں نے اپنے لیے یہاں جو قہوہ پکایا جس کا مجھے بڑے عرصے سے ارمان تھا۔ دوسرے دن چار بجے کے قریب ایلچی آیا اور میرے ساتھ بیٹھ کر میرے گھر اور افغانستان کے حالات کے متعلق معلومات فراہم کیں اور کہا کہ کل رات بارہ بجے آپ کی افغانستان کے لیے پرواز ہوگی۔ اس وقت تک آپ آرام کریں۔ تیسرے دن مجھے پھر اس جگہ لے جایا گیا جہاں پہلے سزا دی جاتی تھی مگر امید تھی کہ ریڈ کراس کے لوگ آئیں گے۔ معمول تو یہی تھا کہ رہائی کے وقت ریڈ کراس کے لوگ قیدی سے ملتے مگر اچانک چند امریکی ویڈیو کیمروں کے ساتھ اندر آئے۔ ان کے ساتھ ایک پشتو ترجمان بھی تھا۔ ایک دوسیاہ کاغذات ان کے ہاتھ میں تھے جس پر انگریزی میں کچھ لکھا گیا تھا اور ساتھ میں پشتو ترجمہ بھی تھا۔ کاغذ میرے حوالے کیا گیا اور کہا گیا کہ اس پر دستخط کریں۔ کاغذ پر درج شقیں کچھ اس طرح تھیں:

(۱) قیدی اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے، یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ سے معافی مانگتا ہے۔ امریکہ کی طرف سے جرم کی معافی اور رہائی پر اس کا شکر گزار ہے۔

(۲) قیدی القاعدہ اور طالبان کا ساتھی تھا۔ آئندہ دونوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھے گا اور ان کے ساتھ تعاون نہیں کرے گا۔

(۳)　قیدی آئندہ دہشت گردی کی کارروائیوں میں حصہ نہیں لے گا۔

(۴)　قیدی آئندہ امریکہ اوراس کے اتحادیوں کے مفادات کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا۔

اگر قیدی نے ان شقوں کی خلاف ورزی کی تو اسے پھر گرفتار کیا جائے گا اور ساری عمر قید میں رکھا جائے گا۔

اس حلف نامے کو پہلے پڑھ کرسنایا گیا جسے وڈیو کیمروں میں بھی محفوظ کیا گیا پھر مجھے دستخط کرنے کو کہا گیا۔ میں نے کاغذ انتہائی غصے میں دور پھینکا اور کہا ''میں مظلوم ہوں، مجرم نہیں ہوں کبھی بھی اپنا ناکردہ جرم تسلیم نہیں کروں گا، کبھی معافی نہیں مانگوں گا، کبھی بھی اپنی رہائی پر امریکہ کا شکریہ ادا نہیں کروں گا، میں نے کونسا جرم کیا ہے؟ مجھے کس قانون کے تحت مجرم ثابت کیا گیا ہے؟ میں طالب تھا، ہوں اور طالب رہوں گا۔ البتہ القاعدہ کا کبھی ساتھی نہیں رہا۔ کس دہشت گردی کے واقعے میں میرا ہاتھ تھا مجھے بتایئے۔ اگر آپ سچے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے دستخط نہ کیے تو آپ رہا نہیں ہو سکتے مگر میں نے صاف انکار کر دیا اور کہا اگر مجھے ساری عمر بھی قید رکھا جائے پھر بھی یہ نہیں مانوں گا کہ میں مجرم ہوں۔ کئی مرتبہ وہ باہر نکلے، پھر اندر آئے۔ کئی بار اصرار کیا مگر میں نے دستخط نہیں کیے۔ چوتھی بار اندر آئے تو کہا کہ اگر آپ کو کاغذ میں لکھی شقیں منظور نہیں تو کچھ اور لکھیں اور وہ لکھیں جو آپ چاہتے ہیں۔ مجبوری کے عالم میں قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کر دیا۔

''میں مجرم نہیں ہوں، کبھی کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا، ایک مظلوم مسلمان ہوں جس کے ساتھ پاکستان اور امریکہ نے ظلم کیا ہے اور چار سال تک قید میں رکھا۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ امریکہ کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ نہیں لوں گا۔ والسلام''

میں نے دستخط کر کے کاغذ ان کے حوالے کر دیا اور گہری سوچوں میں غرق ہو گیا کہ میرا لکھا وہ مانیں گے بھی یا نہیں؟ اور میری تحریر میں وہ کوئی تحریف بھی کر سکتے ہیں۔ بہر حال کچھ دیر بعد ایلچی ریڈ کراس کے نمائندوں کے ساتھ آئے ، میرے ساتھ بیٹھے اور رہائی کی خوشخبری ریڈ کراس نے اپنے معاملات نمٹا لیے پھر واپس مجھے پانچویں کیمپ لے جایا گیا تاکہ اپنے بھائیوں سے رخصت لے سکوں، سب قیدیوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا تھا، میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا اور ان کے ساتھ ڈیڑھ گھنٹہ گزارا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت مجھے اپنے آپ سے شرم آ رہی تھی اس لیے کہ میرے سارے ساتھی میری رہائی پر انتہائی خوش تھے۔ مجھے صرف افغان قیدیوں سے ملاقات کی اجازت دی گئی۔ ایک دن بعد کابل کے خواجہ رواش ہوائی اڈے پر اترا۔ مجھے کابل اجنبی اجنبی لگا، جگہ جگہ حفاظتی مورچے بنائے گئے تھے۔ مجھے پہلے سے مقرر کردہ جگہ منتقل کر دیا گیا۔

اب میں پچھلے دس ماہ سے کابل کے اس سرائے میں اہل وعیال کے ساتھ رہائش پذیر ہوں جہاں موجودہ حکومت کی جانب سے کرائے پر رہائش فراہم کی گئی ہے۔ میری حفاظت کا ذمہ حکومت نے ایک سال تک لیا ہے۔ ایک سال بعد معلوم نہیں کیا ہوگا؟

تمام مظلوم مسلمان بھائیوں کے لیے دعا گو ہوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ بخیر وعافیت تمام مصیبتوں سے اپنی امان میں رکھے اور قیدی بھائی سلامتی کے ساتھ رہائی پائیں۔ اللہ ہمیں آزمائشوں سے بچائے اور ہر امتحان میں سرخرو فرمائے۔ (آمین)

عادل یزدانی

طالبان باقی افغان باقی......

فضائی برتری کے زعمِ باطل میں
قیامت ڈھانے والے نے پہاڑوں پر
قیامت ڈھا تو دی تھی
سرِ محشر پہ اَب خود بھی کھڑا ہے
لرزتا، کانپتا ہے
شکار اَب ہو چکا ذہنی تناؤ کا
وہ اِک غولِ بیابانی
وہ لشکر زر پرستوں کا
بھروسہ تھا جسے اپنے خزانوں پر
قیامت کے نشانوں پر
کئی ایماں فروشوں کی زبانوں پر
اُسے تازہ کمک درکار ہے دیکھو
(بالفاظِ دگر اُس کی ہزیمت کے سبھی آثار ظاہر ہیں)
کرائے کے نئے قاتل اُسے مطلوب ہیں دیکھو
مگر اَب آتشِ نمرود میں اُترے تو کون اُترے
کہ یہ گلزار ہوتی ہے
سدا پیغمبرانِ دین و ایماں پر
ہمیشہ طالبانِ نامِ یزداں پر

☆☆☆

خطاب: پروفیسر خالد شبیر احمد

ضبطِ تحریر: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

احراری خطابت کی ایک جھلک

مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ جناب پروفیسر خالد شبیر احمد نے ''تحفظ ناموسِ رسالت کانفرنس'' منعقدہ دارِ بنی ہاشم ملتان ۱۳/ مارچ ۲۰۰۶ء میں یہ ولولہ انگیز خطاب فرمایا تھا۔ آپ کا یہ خطاب نہایت جامع، پرمغز اور خطابتی شاہکار تھا۔ قارئین کی فرمائش پر شریک اشاعت ہے۔ (ادارہ)

جناب صدر گرامی قدر! معزز سامعین!

مجلس احرار کی مجلس عاملہ کا یہ فیصلہ ہے کہ ۲۰۰۶ء کا جو سال ہے اس میں ہم جہاں تک ممکن ہوا۔ کراچی سے پشاور تک ''تحفظ ناموس رسالت'' کے عنوان سے پورے ملک میں کانفرنسیں کریں گے اور اس کا آغاز لاہور سے ہوا۔ آج یہاں اجلاس ہو رہا ہے۔ مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے آج اس پلیٹ فارم سے میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی سرپرستی میں اس سرزمین پر جس تحریک کا آغاز کیا گیا تھا جب تک ہم میں دم میں دم ہے یہ تحریک ہر حال میں جاری رکھی جائے گی۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ''تحفظ ناموس رسالت'' کی تحریک سے روک نہیں سکتی۔ مجلس احرار اسلام کی پوری تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ہم نے اپنے مؤقف میں کہیں کبھی لچک نہیں دکھائی اور ۱۹۱۹ء میں جو بات ہم نے کہی تھی وہ آج بھی ہم کہہ رہے ہیں۔ ہمارے بزرگ جب ۱۹۱۹ء میں سر پر کفن باندھ کر نکلے تھے تو معاف کرنا ان کے سامنے وزارتیں نہیں تھیں۔ ان کا مشن تھا کہ ہندوستان سے انگریزی اقتدار کو ختم کرو۔ ہندوستان سے انگریزی سلطنت کا سورج جب غروب ہوگا تو غلام قومیں آزاد ہوں گی۔ اللہ کا کرم ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اپنی آنکھوں سے انگریز کو یہاں سے جاتے ہوئے دیکھا۔ اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ان کی صحیح ثابت ہوئی کہ اقوام عالم آزاد ہوں گی۔ اس وقت بھی ہمارے بزرگوں کو یہ کہا کرتے تھے کہ تم اس سلطنت کے خلاف کام کر رہے ہو جس سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ وہ آج بھی ہمیں سمجھانے والے یہ کہتے ہیں کہ تم امریکہ جیسی سپر پاور کے خلاف کام کر رہے ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم کسی کے خلاف کوئی کام نہیں کر رہے۔ ہم تو اسلام کے دفاع اور اسلام کے احیاء کی جنگ لڑ رہے ہیں اور یہ معاملہ عقیدت اور عشق کا معاملہ ہے۔ یہاں عقل پیچھے رہ جاتی ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ مسلمانوں کا ایک مضبوط ترین رشتہ ہے جو عشق اور محبت کا رشتہ ہے اور عشق کے بارے میں شاعر نے کہا ہے کہ ؎

عقل جب ہوش سنبھالے تو بنے جذبۂ عشق
اور عشق جب رنگ پہ آتا ہے جنوں ہوتا ہے
پرواز خرد کیا ہے نری پست خیالی
اے ہمت عالی! مجھے دیوانہ بنا دے

ہم جو احرار والے ہیں عقل و شعور کو پیچھے رکھ کر بات کرتے ہیں۔ عقل کا یہ کام ہے کہ انسان کو ایک حد پر لا کر چھوڑ

دے۔ پھر جو بھی کام ہوتا ہے، عشق سے ہوتا ہے' عقل پیچھے رہ جاتی ہے اور دنیا کے اندر جن لوگوں نے بھی کام کیا ہے، کارنامے سرانجام دیئے ہیں ان کے پیچھے عشق تھا۔ایسے تو نہیں اقبالؒ نے کہہ دیا کہ ؎

صدقِ خلیل بھی ہے عشق ،صبرِ حسین بھی ہے عشق
اور معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

....

تازہ میرے وجود میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفےٰ ، عقل تمام بولہب

ہم لوگ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے محبت رکھتے ہیں اور مجلس احرار اسلام کی جہاں حریت کی تاریخ ہے وہاں عشق محمد ﷺ کی بھی تاریخ ہے اور ہم اس سلسلے میں خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جس محاذ پر بھی ہم نے دین کا کام کیا ہے ، پاکستانی عوام نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور جب تک دم میں دم ہے ہم جاری رکھیں گے۔ جہاں تک حکومت کا معاملہ ہے اس پر ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ان کی حکمت عملیوں پر تنقید سے نہیں روک سکتی۔جن حکمت عملیوں کو دین اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اختیار کیا جائے گا۔ان کی بھرپور مخالفت کی جائے گی۔یہ ہمارا آئینی حق بھی ہے، قانونی حق بھی ہے اور یہ ہمارا دینی فریضہ بھی ہے۔

سامعین کرام !ایک حکمران یہاں آیا تھا۔اس نے یہ کہا تھا کہ میں علماء پاکستان کو چاندی کی کشتی میں بٹھا کر سمندر پار بھجوادوں گا تو اس حکمران کو اللہ نے بتادیا کہ چاندی کی کشتی تم کیا بناؤ گے۔میں تمہیں لوہے کے جہاز میں سمندر پار بھیجوں گا اور زمانے نے دیکھا کہ وہ سمندر پار بھی گیا اور پھر اسے یہاں قبر کے لیے دوگز زمین بھی نصیب نہیں ہوئی۔تو میں ان کے بارے میں یہی کہوں گا کہ:

اونچا اڑو تو دوستو' یہ بھی رہے خیال
پستی بھی ساتھ ساتھ ہے ان رفعتوں کے ساتھ

یہ اقتدار آنے جانے والی چیز ہے، یہاں نہ جانے کتنے آئے اور کتنے چلے گئے۔نام محمد ﷺ جگمگا تا رہا ہے، جگمگا رہا ہے اور جگمگا تا رہے گا۔دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ناموسِ محمد ﷺ کے دفاع سے نہیں روک سکتی۔یہ ہمارا عقیدے کا معاملہ ہے امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''خدا کے بارے میں جو کہو! کہتے رہو! ہاں یہ بات یاد رہے کہ وہ قادر مطلق ہے وہ چاہے تو نمرود جیسے سرکش کو مچھر جیسی حقیر مخلوق سے ذلیل و رسوا کر دے لیکن حضور ﷺ کے بارے میں ہوش سے بات کرنا وہ عقیدے کا معاملہ ہے یہ عقیدت کا معاملہ ہے۔اور تم جانتے ہو کہ عقیدت جو ہوتی ہے وہ اندھی ہوتی ہے وہ یہ نہیں دیکھتی کہ کیا ہوگا! پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

ہم امیر شریعت رحمہ اللہ کے اس مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔میں دوستوں میں اکثر یہ بات کہتا ہوں کہ ہم جو احراری لوگ ہیں ہم تو امیر شریعت رحمہ اللہ کے ذاتی طور پر ممنون ہیں کہ اب نہ ہم کسی سے مرعوب ہوتے ہیں نہ کسی سے

متأثر ہوتے ہیں، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ؎

دیکھنا ، بھالنا ، گیا ان کے ساتھ
آنکھ مدت سے سو چکی ہے

اور

جانے والے دل کو پتھر کر گئے
یہ کسی کو دیکھ کر ڈرتا نہیں

یہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے خلوص اور ان کے ایثار کا نتیجہ ہے کہ ان کی زندگی میں تمام مکاتبِ فکر کے لوگ ہماری سٹیج کی زینت بنتے تھے اور آج بھی ان کا مشن زندہ ہے کہ تمام مکاتبِ فکر کے لوگ‘ مسئلہ ختم نبوت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ ہیں۔ آخر میں، مَیں آغا شورش کاشمیری کے ان چند اشعار پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اور وہ نظم جو انہوں نے امیر شریعت رحمہ اللہ کی وفات پر کہی تھی۔ اس میں ایک پیغام ہے شورش نے کہا تھا:

رات نے گاڑ کے خورشید کے سینے میں سناں
جگمگاتے ہوئے تاروں کا اجاڑا ہے سکوں
وہ ذرا پردۂ تاریخ سے باہر آئیں
جن کی یلغار سے عشاق ہوئے خوار و زبوں
ہم نے جو کچھ بھی کیا اس کا خلاصہ یہ ہے
توڑ ڈالے ہیں فرنگی کی سیاست کے ستوں
تم نے جو کچھ بھی کیا ، سامنے لے کر نکلو
ہاں وہ افسانۂ شب تار ذرا میں بھی سنوں
آج بھی روحِ بخاری یہ صدا دیتی ہے
”تیز رکھیو سرِ خار کو اے دشتِ جنوں
شاید آ جائے کوئی آبلہ پا میرے بعد“

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
7 جنوری 2007ء
اتوار بعد نماز مغرب
دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے
تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465

عبدالرؤف طاہر
ایڈیٹر ''اردو نیوز'' جدہ

قادیانیت کا احراری تعاقب

مجلس احرار اسلام برصغیر کی سیاسی تحریکوں میں کبھی ایک بڑا نام تھا۔ جس نے بطورِ خاص پنجاب جیسے صوبے میں انگریز استعمار کا رعب و دبدبہ ختم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ انگریز سے آزادی اور قادیانیت کا تعاقب اس کے دو بنیادی اہداف تھے۔ اس کے قائد سید عطاء اللہ شاہ بخاری برصغیر میں اردو کے سب سے بڑے عوامی خطیب تھے۔ شاہ جی نے اپنی عمر عزیز کے اکہتر میں سے اکتالیس سال ریل اور جیل کی نذر کر دیئے۔ ان کے اپنے الفاظ میں: ''میرے لیے جیل خانہ صرف نقل مکانی ہے۔ اپنے گردو پیش باغ و بہار فراہم کر لیتا ہوں اور قید یوں گزر جاتی ہے جیسے صحراؤں سے بادل۔''

انگریز کے خلاف تحریک آزادی کے دوران احرار کا طوطی بھی خوب بولتا تھا۔ آغا شورش کے الفاظ میں:

> ''چودھری افضل حق، مظہر علی اظہر اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی جیسے لوگ شاہ جی کے دست و بازو تھے پھر وہ سبو ٹوٹ گیا، صہبا چھلک گئی، میکدہ اجڑ گیا، آبخورے میں تلچھٹ باقی رہ گئی......اور جماعت احرار سیاسیات میں شاہ جی کی ''مساعی شکست انجام'' کا ثمرہ بن گئی۔''

شاہ جی اور ان کی احرار اس انجام سے دوچار کیوں ہوئے۔ برصغیر کے بے مثال خطیب اور ان کے رفقاء نے انگریز سے آزادی کے لیے بلاشبہ قابل قدر جدوجہد کی۔ اس میں جرأت واستقامت اور ایثار و قربانی کی شاندار مثالیں بھی قائم کیں۔ لیکن وہ مسلمانانِ برصغیر کے ''مطالبۂ پاکستان'' کی تائید کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ شاہ جی کے شاگرد اور احرار کے بے مثال خطیب آغا شورش کاشمیری کے تجزیے کے مطابق:

> ''تحریک پاکستان بے شک مسلمانوں کی معنوی طاقت کا اظہار اور اس کے سیاسی نصب العین کا نام تھا لیکن ہندوؤں کا طرزِ عمل اس تحریک کی عصبیتوں کو مضبوط کرتا رہا۔ پاکستان کے مطالبے نے کانگریس پر ہندو جماعت ہونے کی چھاپ لگا دی، نیشنلسٹ مسلمانوں کو متروکاتِ سخن بنا دیا۔ جمعیت علماء اسلام، خاکسار یہ سب لیگ کے جلال کی تاب نہ لا کر ماند پڑ گئے۔ قائدِ اعظم نے مسلمان عوام کی عصبیت کو اتنا مضبوط کر دیا کہ ان کے سامنے ابوالکلام کا تبحر، حسین احمد کا تقویٰ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت اور علامہ مشرقی کی عسکریت کا ٹھہرنا ناممکن ہو گیا اور ان سب کے چراغ بجھ گئے۔ پاکستان کے مطالبے میں اتنا سحر تھا کہ قربانی وایثار اور جرأت واستقامت کا جادو بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ قائد اعظم نے ان سب کو ہرا دیا۔''

شاہ جی کی مجلس احرار اسلام کا چراغ اب بھی ان کے عقیدت مندوں نے روشن کر رکھا ہے۔ ان میں سید کفیل بخاری بھی ہیں۔ انہیں اپنے جلیل القدر نانا کی گود میں کھیلنے کا ''اعزاز'' بھی حاصل ہے۔ وہ مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ہیں اور ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' کے مدیر بھی۔ مجلس احرار اسلام کو اب معروف معنوں میں پاکستان کی

سیاست سے کوئی علاقہ نہیں۔تحفظ ختم نبوت اور قادیانیت کا تعاقب ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔کفیل بخاری گزشتہ دنوں عمرہ پر آئے تو جدہ میں ان سے ملاقات رہی۔وہ پاکستان کے نظریاتی تشخص اور قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے حوالے سے سخت تشویش سے دوچار نظر آئے۔ان کا کہنا تھا:

> ''بیرونِ ملک پاکستانیوں کے لیے شناختی کارڈ بنوانے کا درخواست فارم اس عبارت سے خالی کر دیا گیا ہے جو درخواست گزار کو حلفاً یہ بیان دینے کا پابند بناتی تھی کہ وہ ختم نبوت کے عقیدے پر یقین رکھتا ہے، حضور سید المرسلین ﷺ کو خاتم النبیین مانتا ہے، آپ ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو جھوٹا اور کافر سمجھتا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔''

اس حلفیہ عبارت کا حذف وخاتمہ قادیانیوں کے لیے سفر حجاز، حج وعمرہ اور ارض مقدس حرمین شریفین میں داخلے کو آسان تر بنا دیتا ہے۔یہ ایک موثر قانونی اور اخلاقی رکاوٹ تھی۔نبی کریم ﷺ کے فرمان اور واضح واٹل شرعی احکام کی رو سے حدودِ حرم میں کوئی غیر مسلم داخل نہیں ہوسکتا۔چہ جائیکہ قادیانیوں جیسے مرتد اور خوفناک سازشی ٹولے کو اس کی چھوٹ مل جائے۔کچھ ہی عرصہ پہلے نئے پاکستانی پاسپورٹ میں سے مذہب کے اندراج کا خانہ حذف کیا گیا' جسے بڑھتے ہوئے دینی احتجاج اور عوامی گرفت کے پیش نظر بظاہر واپس لے لیا گیا۔اس اقدام کی روح بھی یہی منصوبہ تھا جسے اب شناختی کارڈ کے درخواست فارم میں سے حلفیہ عبارت اڑا کر پورا کیا جا رہا ہے۔

کفیل بخاری نے امریکی محکمہ خارجہ کی ایک حالیہ رپورٹ کا حوالہ دیا۔جس میں کہا گیا ہے کہ تحفظ ناموسِ رسالت اور حدود قوانین کے سلسلے میں حکومتِ پاکستان پر مزید کارکردگی کے لیے دباؤ ڈالنا ضروری ہے۔

میڈیا کی بات ہوئی تو احرار رہنما نے قادیانی چینل MTV کا حوالہ دیا جس پر مرزا طاہر کی سوال جواب کی نشستیں بھی دکھائی جاتی ہیں۔کفیل بخاری کے بقول قادیانیوں کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ ان میں حسن عودہ نامی فلسطینی نوجوان کو مرزا کے سیکرٹری اور عربی ترجمان کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔حالانکہ اللہ نے اس نوجوان کو توبہ کی توفیق اور ہدایت دے دی تھی۔

انہوں نے ایک اور اہم مسئلے کا بھی ذکر کیا۔جماعت احمدیہ نے ۱۹۴۷ء میں اس وقت کے گورنر پنجاب سر فرانسس موڈی سے چناب نگر (پرانا نام ربوہ) کی زمین کوڑیوں کے مول ''خریدی'' تھی۔گزشتہ چند سال سے بیرون ملک مقیم قادیانی ڈالر، پونڈ اور یورو کی اندھا دھند بارش سے یہاں کے گردونواح کی اراضی دھڑا دھڑ خرید رہے ہیں۔ملکی سلامتی کے نقطۂ نظر سے بھی اور بڑھتی ہوئی معاشی طبقاتی خلیج کے خوفناک نتائج سے بچنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ اراضی کی غیر ضروری طور پر قیمتیں بڑھانے اور چکانے والوں کا محاسبہ کیا جائے۔

حال ہی میں ''فرقہ واریت اور مذہبی تشدد کا سبب بننے والی'' تقریباً نوے کتابوں پر پابندی کا اعلان کیا گیا۔حیران کن بات یہ ہے کہ اس فہرست میں عقیدۂ ختم نبوت کی تشریح اور حفاظت کے لیے لکھی گئی بعض کتب بھی شامل ہیں۔کیا قادیانیوں کے کفر ودجل اور تلبیس کی وضاحت اور مذمت کرنا فرقہ واریت ہے؟

مجلس احرار اسلام کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ مجلس مختلف دینی مراکز اور مدارس چلا رہی ہے ۔حالیہ برسوں میں ’’محاضرات ختم نبوت‘‘ کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا گیا ہے، جس کا مقصد ملک کے پڑھے لکھے طبقے پر قادیانیت کی حقیقت واضح کرنا ہے ۔ابھی یہ شارٹ کورسز لاہور، ملتان اور چیچہ وطنی میں منعقد کیے جا رہے ہیں جبکہ ان کا دائرہ ملک کے سبھی اہم شہروں تک پھیلایا جائے گا۔ کراچی اور پشاور میں محاضرات ختم نبوت کا آغاز بہت جلد ہو رہا ہے۔

برصغیر میں تحفظ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت میں احرار کا کردار تاریخی اور کلیدی رہا ہے ۔۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی ختم نبوت کی تحریکیں اس کا ثبوت ہیں ۔قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار پانے کے بعد محاسبۂ قادیانیت کا نیا دور شروع ہوا۔ ’’ربوہ‘‘ کی خود مختار ’’ریاست‘‘ میں پہلی دراڑ ۲۸ر فروری ۱۹۷۶ء کو اس وقت پڑی جب وہاں مسلمانوں کے پہلے دینی مرکز ’’مسجد احرار‘‘ کا افتتاح ہوا۔

چناب نگر کے گردونواح کی پسماندہ بستیوں کے مسلمان بچوں کی تعلیم اور غریب عوام کے علاج معالجے کے لیے مجلس احرار سہولتوں کی فراہمی کے لیے کوشاں رہے ۔اس کے زیر اہتمام میٹرک تک مفت تعلیم ،قرآن کریم کی حفظ و ناظرہ تعلیم اور درسِ نظامی جیسے مختلف شعبے جاری ہیں ۔وقتاً فوقتاً میڈیکل کیمپ بھی لگائے جاتے ہیں ۔اب ایک بڑے ہسپتال کی تعمیر کا منصوبہ زیر عمل ہے ۔وفاق المدارس کے زیر اہتمام ملک بھر میں تیس کے قریب دینی مدارس قائم ہیں ۔ان کے علاوہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے نام سے شعبۂ تبلیغ بھی مصروف عمل ہے۔

عالم عرب کی بات ہوئی تو انہوں نے یہاں قادیانیت کی حقیقت بے نقاب کرنے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مساعی کا خصوصی ذکر کیا۔ یہاں یہ اس نوعیت کی پہلی کاوش تھی ۔اس موضوع پر حضرت علی میاں کی کتاب عربی اور اردو دونوں زبانوں میں ہے ۔بعد والوں میں علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی تھے ۔مکہ مکرمہ میں سال ہا سال سے مقیم پاکستانی علماء الشیخ محمد خیر محمد مکی اور الشیخ عبدالحفیظ مکی محاسبہ قادیانیت کو ایمان کا لازمی تقاضا سمجھتے ہیں اور اس کے لیے مقدور بھر کوشش کرتے رہتے ہیں ۔سعودی ائمہ و مشائخ نے بھی اس ضمن میں ہمیشہ دوٹوک مؤقف کا اظہار کیا ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ ’’پاکستان‘‘ ملتان ۔۲۲ر دسمبر ۲۰۰۶ء/ ہفت روزہ ’’اردو میگزین‘‘ جدہ ۔۱۵ر دسمبر ۲۰۰۶ء)

خالد عمران (کراچی)

پی آئی اے میں قادیانیوں کی سرگرمیاں

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے حالات میں یہ واقعہ کئی جگہ پڑھنے اور کئی بزرگوں سے سننے میں آیا ہے کہ اسلامیہ کالج کے طلبہ کا ایک وفد شاہ جی رحمہ اللہ سے ملنے آیا۔ لڑکوں نے گفتگو کے دوران کہا: شاہ جی! اس دور میں کالج لائف میں داڑھی رکھنا بہت مشکل ہے۔ امیر شریعت نے فرمایا: ہاں بیٹا! ٹھیک کہتے ہو اسلامیہ کالج میں داڑھی رکھنا مشکل ہے، خالصہ کالج میں آسان ہے۔

کچھ ایسی ہی بات گزشتہ دنوں سینٹ میں ڈپٹی چیئرمین جان محمد جمالی نے اس وقت کہی جب داڑھی کی بنیاد پر پی آئی اے سے ملازمین کو تین ماہ کی جبری رخصت پر بھجوانے کا مسئلہ اٹھایا گیا۔ ڈپٹی چیئرمین نے کہا کہ داڑھی کی بنیاد پر آج ملازمین کو چھٹی پر بھجوایا جا رہا ہے تو کل کو یہ داڑھی والے مسافروں کو بھی نہیں بٹھائیں گے۔

وطن عزیز میں جب سے روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی آندھی اٹھی ہے۔ قادیانیوں کو بھی کھل کھیلنے کا موقع ملا ہے۔ کراچی سے ہمارے سٹاف رپورٹر کے ذرائع کے مطابق پی آئی اے میں قادیانی لابی سرگرم ہو چکی ہے اور اس لابی کو خاتون گرومنگ آفیسر کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔ اس لابی کی قیادت جنرل منیجر فلائٹ سروس کے ہاتھ میں ہے۔ ان صاحب کے متعلق یہ بھی پتا چلا ہے کہ قادیانی جماعت کی طرف سے پی آئی اے میں اپنے جماعتی و مذہبی فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ شرعی داڑھی کی بنیاد پر جبری رخصت پر بھجوائے گئے گیارہ ملازمین جن کا سینٹ میں ذکر ہوا' ان کا قصور باشرع اور دیندار ہونا ہے۔

قادیانی لابی کے ان افراد اور ان کی معاون خاتون گرومنگ آفیسر نے جس ''پی آئی اے اسٹینڈرڈ'' کی بنیاد پر فضائی میزبان عملے کے ان باریش افراد کو ۳ ماہ کی جبری رخصت پر بھجوایا ہے' وہ سٹینڈرڈ فیشل ہیئر (چہرے کے بال) کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے جو دراصل خواتین (ائیر ہوسٹس) کے متعلق ہے۔ اس سارے معاملے میں دلچسپ کردار خاتون گرومنگ آفیسر کا ہے جسے پی آئی اے کے ملازمین بے پیندے کی لوٹی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ موصوفہ اگرچہ قادیانی نہیں تاہم ''سوٹیبلٹی بورڈ'' کے چیئرمین کی معاونت کے لیے موصوفہ نے داڑھی کو بھی فیشل ہیئر قرار دے دیا ہے۔

پی آئی اے میں قادیانی لابی کا سرگرم ہونا ایک قابل تشویش امر ہے۔ خصوصاً جب قادیانی' مسلمان نوجوانوں کو ورغلا کر یورپی ممالک لے جا رہے ہوں اور پھر وہاں انسانی حقوق کی دہائی دے کر سیاسی پناہ حاصل کرتے ہوں یا حج اور عمرے کے نام پر حرمین کا سفر کرتے ہیں تو انہیں قومی فضائی کمپنی میں ایسے ملازمین کی ضرورت ہوتی ہے جو مذکورہ بالا دونوں طرح کے قادیانی اور ان کے شکار مسلمانوں کو بیرون ممالک بھجوانے کے آخری مرحلے میں معاون ثابت ہو سکیں۔

اس لیے پی آئی اے میں قادیانی لابی کا سرگرم ہونا کوئی حیران کن نہیں۔ پاکستان کو بدنام کرنے اور بیرون ملک قادیانی اڈے چلانے کے لیے پی آئی اے کا غلط استعمال کوئی نئی بات نہیں۔ ائر مارشل ریٹائرڈ نور خان جب پی آئی اے کے چیئرمین تھے تو اس وقت بھی پی آئی اے کے ایک قادیانی ملازم نے پاسپورٹ پر تصویر بدل کر دوسرے قادیانی کو جرمنی بھجوایا

'وہاں وہ پکڑا گیا، جرم ثابت ہونے پر جرمنی کے حکام نے سخت نوٹس لیا اور غالباً اسی بنا پر ائر مارشل نور خان کو پی آئی اے کا چیئر مین ہونے کے باوجود جرمن سفارتخانے نے ویزہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔

۱۹رجون ۲۰۰۲ء کو ایک سینئر پرسر اقبال مشرف کو داڑھی رکھنے کے جرم میں جہاز سے اتار دیا گیا تھا۔اس وقت اس حرکت کے پس پردہ ایک قادیانی فلائٹ انجینئر تھا جو اَب ڈائریکٹر فلائٹ ہے۔موصوف نے اس وقت نعرہ لگایا تھا: ''داڑھی رکھو یا پی آئی اے میں نوکری کرو'' تاہم اخبارات نے اس مذموم واقعے کا نوٹس لیا تو پھر یہ لوگ محتاط ہو گئے۔چار سال کے بعد اب نئے انداز سے اس کام کو شروع کیا گیا۔ایک سوٹیبلٹی بورڈ تشکیل دیا گیا جس کے چیئر مین اور ایک معاون کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ قادیانی ہیں اور انہیں خاتون گرومنگ آفیسر کی معاونت بھی حاصل ہے۔اس بورڈ نے مئی، جون ۲۰۰۶ء سے ''اپنا کام'' شروع کیا۔بورڈ کا اصل ہدف باشرع عملہ تھا۔بورڈ نے ''چھکی داڑھی'' کو پی آئی اے اسٹینڈرڈ قرار جو کہ سنت نبوی کے سراسر خلاف ہے۔پی آئی اے کے سوٹیبلٹی بورڈ نے فیشل ہیئر (چہرے کے بال) کی بنیاد پر داڑھی اور بغیر داڑھی والے مرد و خواتین پر مشتمل جن ۷۳ ملازمین کو تین ماہ کی جبری رخصت پر بھجوایا ہے' ان میں سرکاری ایئر لائن کے فضائی میزبان عملے میں شامل وہ گیارہ ملازمین بھی شامل ہیں جنہیں داڑھی کی بنیاد پر اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ان پر سوٹیبلٹی بورڈ کی طرف سے متعدد بار شرعی داڑھی کم کرنے کے لیے دباؤ ڈالا گیا۔

یہ معاملہ چونکہ پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا (سینٹ) میں بھی پیش ہو چکا ہے اور قومی اخبارات کی زینت بھی بن چکا ہے۔لہٰذا سرکاری فضائی کمپنی کے ارباب اختیار خصوصاً چیئر مین پی آئی اے طارق کرمانی کو اس معاملے کا نوٹس لینا چاہیے۔قادیانی' آئین پاکستان کی رو سے اقلیتی فرقہ قرار دیئے گئے ہیں۔کسی بھی قومی سرکاری ادارے میں انہیں ملازمت کرنے کا حق تو دیا جا سکتا ہے لیکن اختیارات کی بنیاد پر قادیانیوں کیا' کسی کو بھی شعائر اسلام کی توہین کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔پی آئی اے کو چاہیے کہ وہ داڑھی کے متعلق قادیانیوں کو فیصلے کا اختیار دینے کی بجائے سنت نبوی کو 'اسٹینڈرڈ' بنائے۔قادیانی ملازمین کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کا نوٹس لے کر ان کا اثر و رسوخ ختم کیا جائے اور جبری رخصت پر بھجوائے گئے باشرع ملازمین کو واپس بلایا جائے۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
25 جنوری 2007ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆ہم بچوں کو قرآن کے چالیس پارے پڑھائیں گے۔ (جاوید اشرف قاضی کی ٹی وی گفتگو)

وزیر تعلیم کو جہالت کا نوبل پرائز ملنا چاہیے۔ وہ غلطی سے اپنے دو والد کیوں نہیں کہہ دیتے۔ (حافظ حسین احمد)

☆پرویز مشرف کو دس مرتبہ باوردی صدر منتخب کریں گے۔ (پرویز الٰہی)

پرویز مشرف باوردی نہیں ''بارودی'' صدر ہیں۔ (حافظ حسین احمد)

☆علماء حقوق نسواں سے کھیل رہے ہیں۔ (ناصرہ اقبال)

کاش علامہ اقبال زندہ ہوتے!

☆جسم کی نمائش آرٹ کی ایک قسم ہے۔ (سحر محمود)

تو چونکہ چنانچہ کی پہچان ہے
گنہگار راتوں کا دیوان ہے

☆اقبال خاکوانی نے صدر پرویز کا بوسہ لیا اور اطہر شاہ (صدر ڈسٹرکٹ بار ملتان) نے شاہ محمود قریشی کا بوسہ لیا۔ (ایک خبر)

یہ ہے خایہ بوسی کا صحیح طریقہ!

☆مسلم لیگ ''ق'' میں سب مردہ گھوڑے ہیں۔ (خالد حنیف لودھی، رہنما پیپلز پارٹی ملتان)

خالد حنیف لودھی کی بہن مسلم لیگ ''ق'' میں شامل ہوگئیں۔ (ایک خبر)

☆ہم عراق جنگ کے باعث الیکشن ہارے۔ امریکہ کو وحشی دشمنوں کا سامنا ہے۔ (بش)

پریشاں کرنے والوں کو پریشاں ہم نے دیکھا ہے۔

☆شاویز دوبارہ وینزویلا کے صدر منتخب، کامیابی شیطان بش کی شکست ہے۔ (شاویز)

شاباش، شاویز!

☆مولانا فضل الرحمٰن سمجھدار سیاست دان اور ہمارے آدمی ہیں۔ (شیخ رشید)

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

☆پاکستان اسلامی احکامات کے نفاذ کے لیے نہیں بنایا گیا تھا۔ (جاوید اشرف قاضی)

تو امریکی احکامات کے نفاذ کے لیے بنایا گیا تھا؟

☆مسرت شاہین نے مولانا فضل الرحمٰن کے مقابلے میں الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا۔ (ایک خبر)

وَئی وَئی ڈغ ڈغ ڈان
کتھا، چونا، چھالیہ، قوام

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ھے

● کتاب: رویتِ ہلال۔ مسئلہ اور حل　　تصنیف وتالیف: خالد اعجاز مفتی　　تقدیم ابوعمار زاہد الراشدی

ضخامت: ۲۶۸ صفحات　　ناشر: دارالکتاب غزنی مارکیٹ اردو بازار لاہور

۲۰۰۶ء کی عید الفطر کے چاند دیکھنے کے عمل کو شفاف بنانے کے لیے مفتی منیب الرحمٰن دوربین کا رخ اِدھر اُدھر کرتے رہے۔ مگر انہیں کسی طرح چاند نظر نہ آیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستانی قوم کے مزے ہوگئے۔ کہاں پہلے ایک یا دو عیدیں ہوا کرتی تھیں لیکن اس مرتبہ پوری تین عیدیں ہوئیں۔ گزشتہ دنوں وزارتِ مذہبی امور کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں کوئی ایسا نظامِ خاص وضع کرنے کی سعی کی گئی کہ آئندہ زیادہ سے زیادہ ایک عید پر اتفاق کیا جائے۔ دیکھتے ہیں کہ مفتی منیب اس کو کس حد تک کامیاب ہونے دیتے ہیں۔

مصنف خالد اعجاز مفتی معروف محقق ضیاء الدین لاہوری کے فرزند ہیں۔ لاہوری صاحب نے بھی ساری زندگی پاکستان کی تاریخ اور تاریخیں درست کرنے میں بسر کردی۔ مگر ہم نے اپنی غلطیوں میں ایسا استحکام پیدا کرلیا کہ جو چیز جہاں رکھ دی گئی، وہ اسی جگہ قائم ودائم ہے۔ اب لاہوری صاحب کے فرزند نے اسی انداز میں کوشش کی ہے اور اس موضوع پر ۲۶۸ صفحات پر مشتمل ایک کتاب پیش کردی لیکن جہاں تک رویتِ ہلال اور دوربین کا تعلق ہے، چاند کا ٹھیک سے نظر آنا ممکن نہیں۔ اس سے پہلے لاہوری صاحب اس موضوع پر ''رویتِ ہلال موجودہ دور میں'' کے عنوان سے ایک تحقیقی کتابچہ شائع کرچکے ہیں۔

خالد صاحب کی یہ کتاب اپنی تحقیق اور موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ اس کی رہنمائی میں ہم قمری کیلنڈر کو درست طور پر سمجھ سکتے ہیں اور یہ جو ہر عید پر ایک تماشا کیا جاتا ہے، اس سے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں اور یہ ایک سنجیدہ موضوع ہے جو کہ ہنسی مذاق کی نذر ہوگیا ہے۔ خالد مفتی صاحب لکھتے ہیں:

> ''غلط رویت ہلال پر مبنی سعودی اعلانات کے باعث حج ساقط ہوچکا ہے۔ میری یہ بھی حتمی رائے ہے کہ رویتِ ہلال کے غلط سعودی اعلانات کسی ''یہودی سازش'' کا شاخسانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ دنوں سے انحراف کرکے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دی جارہی ہے۔''

مولانا زاہد الراشدی لکھتے ہیں:

> ''انہوں (مفتی صاحب) نے اس مسئلہ کے حل کے لیے خاصی عرق ریزی اور محنت سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائیں اور امت کے لیے نافع بنائیں۔ آمین یارب العالمین۔''

میرا خیال ہے کہ یہ صرف دعا ہی نہیں بلکہ اس کتاب کے مستند ہونے کی تصدیق بھی ہے۔ اس لیے امید کی جاسکتی ہے کہ اس کتاب کو علمی حلقوں میں پسند کیا جائے گا۔　　(تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

- **کتاب: تاریخ وتمدن ۔مسلم راجپوت (کنیری بھٹی پاکستان)**

مؤلف: عزیزالرحیم دانش امدادی

ضخامت: جلداوّل (حصہ اوّل دوم) ۵۱۱صفحات　　قیمت: ۵۰۰روپے

ناشر: حاجی امداداللہ اکیڈمی نزدٹاور مارکیٹ جیل روڈ حیدرآباد سندھ

تاریخ لکھنا مشکل کام ہے۔ اس کے لیے برسوں تحقیق کی وادی میں زندگی کو بسر کرنا پڑتا ہے۔لیکن جب ہم کسی ذات یا قوم کے حوالے سے تاریخ لکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر یہ کام اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں میں چار ذاتیں ہیں۔ برہمن، کھشتری، ویش اور شودر مگر سب سے زیادہ کھشتریوں یعنی راجپوتوں کے بارے میں لکھا گیا۔ یہ قدیم ہندوستان کی فوج تھی۔اس لیے اس کے قصے دوسری ذاتوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ مہابھارت کا قصہ ہی ختم ہونے کو نہیں آتا۔

عزیزالرحیم دانش امدادی نے برسوں کی محنت کے بعد اس کتاب کو شائع کیا۔ امدادی صاحب نے تاریخ نگاری کا سلسلہ ۱۹۵۳ء میں شروع کیا۔ اس سے پہلے ان کی چار کتابیں:

(۱)　''راجپوت سلاطین اور صوفیہ''

(۲)　''فلسفۂ تاریخ وفطرت''

(۳)　''مسلم برادریوں کی معاشرت اور پنچایت کا شرعی نظام''

(۴)　''ریواڑی کے بزرگانِ دین'' شائع ہو چکی ہیں۔

اس کتاب کے لیے مؤلف نے جو محنت کی ہے' وہ معمولی نہیں ہے۔ اس کے لیے انہوں نے برسوں تحقیق کے میدان میں سیکڑوں کتب کا مطالعہ کیا اور سیکڑوں میل سفر کیا اور اپنی زندگی کے کئی قیمتی برس اسے دیئے اور پھر کہیں جا کر یہ کتاب منظر عام پر آئی۔

ذات پات کے حوالے سے لکھی گئی کتابوں کے لیے مواد کی فراہمی ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ عام طور پر روایات کا سہارا لیا جاتا ہے۔لیکن اس کے باوجود یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ امدادی صاحب نے تاریخ کے ساتھ ساتھ تہذیب وثقافت کو بھی محفوظ کر لیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کئی حوالوں سے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک خزانے کی حیثیت رکھتی ہے اور امدادی صاحب کی محنت قابل تحسین ہے۔

اب تو نیا زمانہ ہے اور کمپیوٹر کی سہولت نے بہت سی مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ ایک بٹن دبا کر آپ بہت سا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ آئندہ نسلیں گزشتہ دور کے محققین کی محنت کی داستان سن کر حیران ہوا کریں گی۔ دانش امدادی صاحب اس کتاب کو نئی نسلوں کے نام معنون کیا ہے۔ خدا کرے کہ نئی نسلیں ان کتابوں کی قدر و قیمت سے واقف ہوں۔

(تبصرہ جاوید اختر بھٹی)

● **کتاب: ''اسلام اور جدیدیت''　مصنف: ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی مدظلہ**

ضخامت: ۱۷۶ صفحات　قیمت: درج نہیں　ناشر: مکتبہ معارف الاسلام، وارڈ نمبر ۵ گوجر خان (راولپنڈی)

محترم ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین للّٰہی مدظلہٗ العالی اپنی ذات میں متنوع خصوصیات کے حامل ہیں۔ وہ بیک وقت جید عالم دین، مستند طبیب، ڈاکٹر آف فلاسفی (P.hd)، ماہرِ علوم جدیدہ اور خانقاہ چشتیہ، نظامیہ، سلیمانیہ، لِلّٰہ شریف (جہلم) کے سجادہ نشین اور قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ جب کہ ان کی ایک اور نمایاں شناخت صاحبِ اسلوب مصنف کی بھی ہے اور ان کے قلمِ جواہر دار سے کئی کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''اسلام اور دورِ جدید'' کا یہ جدید ایڈیشن ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۵ء میں سید علی عباس جلالپوری کے مضمون ''دنیائے اسلام میں خرد افروزی کی ضرورت'' (مطبوعہ ماہ نامہ ''ادبی دنیا''، لاہور، ''بہار نمبر'' دسمبر ۱۹۶۴ء) کے ردِ عمل میں سامنے آیا تھا۔ سید علی عباس جلالپوری نے اپنے مضمون میں یہ مؤقف اختیار کیا تھا:

> ''مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی کی وجہ ان کی اسلام دوستی اور مذہبیت ہے۔ ان کی ترقی کا راز اس بات میں ہے کہ یہ یوری اقوام کی طرح مذہب کو ترک کر دیں یا کم از کم اس کو اپنی پرائیویٹ زندگی تک محدود رکھیں اور جدید سائنٹیفک علوم میں مہارت حاصل کریں۔ صرف اسی صورت میں مسلمان ترقی کر سکتے ہیں اور اقوام عالم کے دوش بدوش کھڑے ہو سکتے ہیں۔'' (اسلام اور جدیدیت ص ۱۳)

امت مسلمہ کے لیے موصوف کی جانب سے تجویز کیا جانے والا یہ نسخہ اور اس کے اجزائے ترکیبی ہرگز نئے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مغربی مستشرقین کا ہی آموختہ ہے، جسے آج کل کے نام نہاد جدید اسلامی مفکرین دہرائے جا رہے ہیں۔ اس لیے زیر نظر کتاب کی اشاعتِ جدید کی اہمیت فی زمانہ مزید بڑھ جاتی ہے۔

اس کتاب میں حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ نے مذہب کے متعلق جدید مغربی مفکرین کی آرا کو تجزیہ وتنقید کی کسوٹی پر خوب خوب پرکھا ہے۔ انہوں نے واضح فرمایا ہے کہ اسلام جدید علوم کو سیکھنے سے منع نہیں کرتا، بلکہ یہ اسلام ہی ہے جس نے ظلمت و جہالت میں ڈوبے ہوئے دنیا بھر کے انسانوں کو علم کی روشنی سے منور کیا۔ اگر آج بھی مسلمان ماضی کے مسلم سائنسدانوں کی طرح علوم جدیدہ میں مہارت حاصل کریں تو وہ عہدِ حاضر کی ترقی یافتہ قوموں کے ہم پلہ کھڑے ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی ترقی میں مذہب ان کا ایک بڑا معاون ہے اور مذہب کی رہنمائی کے بغیر جدید ترقی دراصل ترقیٔ معکوس ہے۔ جیسے کہ مذہب کی رہنمائی کے بغیر موجودہ اقوام عالم نے انسانوں کی فلاح کے ساتھ ساتھ انسانیت کُش ایجادات سے دنیا کو جہنم کدہ بنا دیا ہے۔

کتاب چھے ابواب پر مشتمل ہے: (۱) اسلام اور مستشرقین (۲) اسلام اور سائنس (۳) اسلام اور صحابۂ کرام

(۴) اسلام اور فلسفۂ قدیم (۵) اسلام اور صوفیائے کرامؒ (۶) اسلام اور تمدن جدید

محترم ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم نے جدید کتب کی روشنی میں اسلام کے جدید معترضین کے پھیلائے گئے شکوک وشبہات کا تسلی بخش جواب دیا ہے۔ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بہرصورت مکمل اور مدلل ہے۔ پیرایۂ بیان نہایت عمدہ اور شستہ ہے۔ اندازِ تخاطب انتہائی متین ہے اور لہجے میں تلخی یا مروّجہ مناظرانہ اسلوب کی بجائے بات کو عمدگی کے ساتھ سمجھانے کا معتدل طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ جس کی بدولت فاضل مؤلف کے نقطۂ نظر سے اختلاف رکھنے والے حضرات کے لیے بھی یہ ایک گرانقدر اور قابلِ مطالعہ کتاب ہے اور عہدِ موجودہ کے ہر شعبۂ زندگی سے متعلق صاحبانِ فکر و نظر کے لیے بھی ایک بہترین تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم ڈاکٹر صاحب زید مجدھم کی اس محنتِ شاقہ کو قبول فرمائے اور امتِ مسلمہ کو اس سے زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(تبصرہ: محمد عمر فاروق۔ ۱۰/ اے فیصل چوک تلہ گنگ، ضلع چکوال)

- کتاب: جانشین پیغمبر ﷺ　　افادات: مولانا حافظ محمد ندیم قاسمی　　مرتب: مشتاق احمد قریشی

ضخامت: ۳۰۴ صفحات　　قیمت: ۱۵۰ روپے　　ناشر: مکتبہ سید احمد شہید، کچہری روڈ پسرور سیالکوٹ

مولانا حافظ محمد ندیم قاسمی ایک باہمت اور محنتی نوجوان ہیں۔ علمی و تحریری کام سے انہیں طبعی اُنس ہے۔ علماء حق کی تقریروں کو نقل و مرتب کرنا اور خوبصورت کتابی شکل میں انہیں شائع کرنا اُن کا بہترین مشغلہ ہے اور بلاشبہ یہ ایک دینی خدمت ہے۔ ''جانشین پیغمبر (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)'' اُن کے اپنے خطبات کا مجموعہ ہے۔ جسے مشتاق احمد قریشی نے مرتب کیا ہے۔ حافظ محمد ندیم صاحب نے خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت سے وفات تک کے حالات ترتیب اور اختصار کے ساتھ بیان کیے ہیں اور بہت سی اہم معلومات کو عام قاری تک پہنچانے کی خوبصورت کوشش کی ہے۔ زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین)　　(تبصرہ: محمد الیاس)

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران و تاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ
دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

ادارہ　　　مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

کشمیر کا ''اٹوٹ'' ختم ہوگیا صرف ''انگ'' رہ گیا ہے

نسواں ایکٹ کے ذریعے عورتوں سے حقوق چھین لیے گئے ہیں

حکمران مغرب کو خوش کرنے کے لیے اسلامی قوانین کو منسوخ کر رہے ہیں

قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کا دورہ ضلع رحیم خان میں مختلف اجتماعات سے خطاب

رحیم یار خان (۱۶ر دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ ''کشمیر بنے گا پاکستان'' کے نعرہ سے دستبرداری کا اعلان کر کے حکومت پاکستان نے ۵۸ سال سے جہادِ کشمیر میں شہید ہونے والوں کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آدھا پاکستان جرنیلوں نے گنوایا اور کشمیریوں سے بھی زیادتی جرنیل کر رہے ہیں۔ ابھی سقوطِ مشرقی پاکستان کا زخم بھرا نہیں، سقوطِ کشمیر کی بنیاد ڈال دی گئی ہے۔ یہ کشمیریوں کے ساتھ سب سے بڑا دھوکہ ہے، اس کا پوری قوم محاسبہ کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کا اب صرف ''انگ'' رہ گیا ہے ''اٹوٹ'' ختم ہوگیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں کہا کہ افغان صدر حامد کرزئی نے پہلے قوم سے غداری کی اور اسلام پسند طبقے کو مروایا جن کو مروایا وہ بھی قوم کے بچے تھے۔ اب کن افغانیوں کی اولاد کی غمگساری کر رہے ہیں جو وطن کا غدار ہے، وہ قوم کا بھی غدار ہے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ حکومت نے نام نہاد نسواں بل پاس کر کے عورتوں کے حقوق چھین لیے ہیں۔ اسلام عورتوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ زنا مرضی سے ہو یا زبردستی، گناہ ہے اور پر شرعی حد نافذ ہوگی۔ البتہ جس عورت پر زبردستی زیادتی کی گئی ہو، اس پر شرعی حد نافذ نہیں ہوگی۔ اس بل سے فاحشہ عورتوں کو زنا کا لائسنس مل گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن اعتدال پسندی کا درس دیتا ہے۔ حکمران صرف امریکہ و یورپ کو خوش کرنے کے لیے اسلام کی سزاؤں کو وحشیانہ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ وحشی تو امریکہ و یورپ والے ہیں جو مسلمانوں کو اذیتیں دے رہے ہیں۔ ماؤں اور بہنوں کی عصمت دری کے واقعات کو حکمران تفریح بنا رہے ہیں۔ حکمران قرآنی احکامات کو پس پشت ڈال کر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ قائدِ احرار نے دورہ ضلع رحیم یار خان میں، مسجد ختم نبوت مسلم چوک بستی درخواست، بستی اسلام آباد، بستی مولویان، ٹب چوہان، بستی میرک، صادق آباد، شہباز پور، چک ۱۲ اور چک ۱۴ میں خطاب کیا۔

قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے بدلی شریف، گلشن معاویہ (میرک)، بستی مولویان میں حافظ محمد اسماعیل قمر کے ڈیرے پر مجلس ذکر اور خصوصی خطاب بھی کیا۔ بستی مولویان میں مجلس ذکر میں شرکت کے لیے لیاقت پور، خان پور، چک ۱۲، چک ۱۴، ظاہر پیر، رحیم یار خان، صادق آباد، شہباز پور اور جیٹھہ بھٹہ سے کارکنانِ احرار نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

☆☆☆

کراچی (۱۶ر دسمبر) تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام کراچی کے رہنما ابو عثمان احرار نے کہا ہے

کہ سیکولر اور مذہب بیزار ممبرانِ اسمبلی کی روشن خیالی اور امریکہ کی غلامی پاکستان کی سلامتی کے لیے شدید خطرہ ہے۔انہوں نے کہا کہ یورپ کی طرح پاکستان کو سیکس فری زون بنانے کے لیے حدود آرڈیننس کو طاقت کے بل بوتے پر تبدیل کر دیا گیا ہے۔جمہوریت کے نام پر اسلام کو قتل کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کا خاندانی نظام تباہ کیا جا رہا ہے۔روشن خیالی کے نام پر اسلام کی غلط تعبیر وتشریح کر کے کفر کو اسلام کہا جا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ بے حیائی،عریانی اور فحاشی کو ثقافت کا نام دے کر معاشرے سے شرم وحیا اور اخلاقی قدروں کو پامال کر دیا گیا ہے۔یہ سب یہود ونصاریٰ کے سیاسی واقتصادی نظام کو قبول کرنے کے بھیانک نتائج ہیں۔

الہامی قوانین کے مقابلے میں خود ساختہ قوانین کو اسلامی قرار دینا گمراہی ہے

چیچہ وطنی (۱۱؍دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ حدود اللہ کو پامال کرنے والے اسلام اور نظریہ پاکستان سے غداری اور قیامِ پاکستان کے مقاصد سے انحراف کر رہے ہیں۔سرکاری لیگ کو چاہیے کہ وہ اپنی نسبت قائداعظم سے ختم کرنے کا اعلان کر دے۔وہ جامع مسجد فاروقیہ حیات آباد چیچہ وطنی میں ادارہ دارالفلاح اور بزم تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقدہ ’’تحفظ حدود اللہ کانفرنس‘‘ سے خطاب کر رہے تھے۔کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا احمد ہاشمی،مجلس احرار اسلام کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ،مولانا احمد عثمان اور دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ یہ کہنا کہ سرکاری نسواں بل قرآن وسنت کے مطابق ہے۔اللہ تعالیٰ پر بہتان کے مترادف ہے۔امریکہ ومغرب کی تابعداری میں آسمانی احکامات سے متصادم خود ساختہ قوانین کو اسلامی قوانین قرار دینا ’’دینِ اکبری‘‘ کی طرح گمراہی،ارتداد اور زندقہ کی راہ کھولنے کے مترادف ہے۔یہ وقت ہے کہ فرعونیت ونمرودیت کے خلاف قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے اور اسلام وملک دشمن عناصر کو ناکام ونامراد بنایا جائے۔انھوں نے کہا کہ قوانین الہامی اور ابدی ہیں اور انہی میں ساری انسانیت کی فلاح مضمر ہے۔مولانا احمد ہاشمی نے کہا کہ تمام دینی قوتیں بیک زبان سرکاری بل کو مسترد کر چکی ہیں۔یہ بل زنا اور فحاشی کے تحفظ کا بل ہے۔اسی لیے بازارِ حسن لاہور میں اس بل کے حق میں مٹھائیاں تقسیم کی گئی ہیں۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ جس طرح مرزائی دجل وتلبیس کے ساتھ اسلام کا ٹائٹل استعمال کر کے دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں۔اسی طرح موجودہ حکومت حدود اللہ اور شرعی قوانین سے صریحاً متصادم قوانین کو اسلام کے مطابق قرار دے کر دنیا کو دھوکہ دے رہی ہے اور فکری ارتداد پھیلا رہی ہے۔

اُسی روز بعد نمازِ عشاء قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے قریب چک نمبر ۳۳۵ گ ب کی جامع مسجد میں حاجی محمد رشید کی دعوت پر تحفظ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب فرمایا۔عبداللطیف خالد چیمہ کے علاوہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مقامی علماء کرام کی ایک جماعت نے بھی کانفرنس میں شرکت کی۔

حدود اللہ پر طعن کرنے والے اللہ کے دشمنوں کا انجام بد بھی یاد رکھیں

چیچہ وطنی (۱۴؍دسمبر) تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات

عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ سرکاری لیگ کے صدر چودھری شجاعت حسین کا یہ کہنا تجاہل عارفانہ ہے یا دھوکہ کہ ''ختم نبوت اور توہین رسالت ﷺ قوانین میں کوئی ترمیم زیرِغور نہیں۔'' چودھری شجاعت حسین کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے خالد چیمہ نے کہا کہ سرکاری لیگ کے سربراہ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ ''نسواں بل کی کوئی شق بھی قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہے'' جبکہ چودھری شجاعت حسین کو نامزد کردہ جید علماء کرام کی خصوصی کمیٹی ملک کے تمام مکاتبِ فکر اور دینی حلقے نام نہاد 'تحفظ حقوق نسواں بل'' کو قرآن وسنت سے متصادم قرار دے کر اس کو مادر پدر آزاد معاشرے کے قیام کے لیے حرام کاری کا لائسنس قرار دے چکے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اب چودھری شجاعت حسین فرمارہے ہیں کہ ''ختم نبوت اور ناموسِ رسالت ﷺ کے خلاف بل لانا تو کجا اسے زیر بحث لانا بھی گناہ اور توہین رسالت ﷺ کے مترادف ہے۔''

احرار رہنما نے کہا کہ جو لوگ حدود اللہ پر طعن وتشنیع کرتے ہیں اور پھر حدود اللہ کے خلاف بل فوجی ڈکٹیٹر شپ کے بل بوتے پر پاس کرواتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بل قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ وہ فرعون ونمرود کا کردار ادا کرنے والے اُن کا انجامِ بد بھی یاد رکھیں۔

عبداللطیف خالد چیمہ کا دورۂ کراچی

کراچی (۲۹ر نومبر۔ رپورٹ: ابوعثمان احرار) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ ۲۸ر نومبر کو ایک ہفتہ کے دورے پر کراچی پہنچے۔ ان کا زیادہ وقت لٹریچر کی اشاعت کے سلسلہ میں گزرا۔ بھائی محمد شفیع الرحمٰن احرار، مولانا محمد احتشام الحق معاویہ اور جناب احمد معاویہ نے مختلف امور میں ان کی بھرپور معاونت فرمائی۔ روزنامہ ''اسلام'' کراچی کے محترم زبیر احمد ظہیر ان سے ملاقات کے لیے ان کی قیام گاہ ناظم آباد تشریف لائے اور مختلف امور پر گفتگو ہوئی۔ مختلف اوقات میں وہ جامعہ بنوریہ کے سربراہ مولانا مفتی محمد نعیم، مفسر قرآن جناب مولانا محمد اسلم شیخوپوری، ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کے مدیر جناب ابن الحسن عباسی اور دیگر حضرات سے ملے اور مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کے ادارے میں بھی گئے۔ ختم نبوت اکیڈمی لندن کے ڈائریکٹر جناب عبدالرحمٰن باوا جو اُن دنوں کراچی آئے ہوئے تھے' سے مختلف امور بالخصوص عالمی سطح پر تحریک ختم نبوت کے کام اور لٹریچر کی اشاعت کے سلسلہ میں طویل مشاورت ہوئی اور قابل عمل منصوبہ جات کی بابت صلاح مشورہ ہوا۔ یکم دسمبر کو جامع مسجد داؤد سائٹ ایریا میں نمازِ جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے خالد چیمہ نے سرکاری نسواں بل، حالاتِ حاضرہ اور عالمی صورت حال کے حوالے سے گفتگو کی۔

☆☆☆

بورے والا (۹ر دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ اور دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے صدر مدرس جناب قاری محمد قاسم' حضرت امیر مرکزیہ مدظلہ العالی کی خصوصی ہدایت پر بورے والا میں مدرسہ ختم نبوت کے تعلیمی وانتظامی معاملات کی اصلاح کے لیے تشریف لائے اور ادارے کے جملہ معاملات اور تعلیمی نظام کا جائزہ لے کر ضروری امور نمٹائے۔ مولانا قاری حفیظ اللہ، صوفی عبدالشکور احرار، قاری منصور احمد، قاری محمد طاہر، محمد نوید اور دیگر ساتھی بھی موجود تھے۔ اگلے روز عبداللطیف خالد چیمہ اور قاری محمد قاسم نے حضرت امیر مرکزیہ پیرجی سید عطاء المہیمن

بخاری مدظلہ العالی کو چیچہ وطنی میں مدرسہ ختم نبوت بورے والا کے حوالے سے رپورٹ پیش کی۔

حکمران، قانون توہین رسالت اور قانون امتناعِ قادیانیت پر بھی شب خون مارنا چاہتے ہیں

ساہیوال (۱۰؍دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ وحی کو عقل کے تابع کرنے والے فطری قوانین سے مجرمانہ اغماض برت رہے ہیں۔قرآن وسنت پر مبنی قوانین ناقابل تبدیل ہیں۔موجودہ حکمرانوں نے حدود اللہ کو چھیڑ کر اور زنا کو جرائم کی فہرست سے نکال کر حقوق کی فہرست میں شامل کرنے کی گھناؤنی کوشش کی ہے۔جسے تمام دینی طبقے اور مکاتب فکر مکمل طور پر مسترد کر چکے ہیں۔وہ مدینہ مسجد فرید ٹاؤن ساہیوال میں ایک دینی اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ نسواں بل کو قرآن وسنت کے مطابق قرار دینے والے فکری ارتداد کا راستہ ہموار کر رہے ہیں اور امریکہ ومغرب کے آشیر باد کے ساتھ قانونِ توہین رسالت (ﷺ) اور قانون امتناعِ قادیانیت پر شب خون مارنے کے خطرناک عزائم رکھتے ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہی صورت حال موجودہ حکومت کے زوال کا سبب بنے گی اور انڈر ہینڈ ڈیلنگ کرنے والے آخر کار ضرور رسوا ہوں گے۔انہوں نے کہا کہ یہ وقت ہے کہ دینی قوتیں سیاست اور مفادات سے بالاتر ہو کر امریکی استعمار اور اس کے حاشیہ برداروں کا راستہ روکنے کے لیے اپنی صف بندی کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں اور مؤثر لائحہ عمل مرتب کریں۔انہوں نے کہا کہ جہاد طاقت کا محتاج نہیں بلکہ ایمان کامل کا تقاضا کرتا ہے جس کے لیے نمونہ جناب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔قبل ازیں ۹؍دسمبر کو بعد نماز عشاء حضرت پیر جی مدظلہ نے مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے زیر اہتمام بخاری مسجد جامعہ انوریہ میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس سے تفصیلی خطاب کیا اور قرآن وسنت کی روشنی میں عقیدۂ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت پر روشنی ڈالی۔

فوجی ڈکٹیٹر شپ جمہوریت کے پردے میں آئین کی اسلامی دفعات کے درپے ہے: عبداللطیف خالد چیمہ

لاہور (۲۴؍دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ سرکاری نسواں بل کا خواتین کے تحفظ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔یہ بل ملک کو اس کی نظریاتی اساس سے ہٹانے، آئین اور قرارداد مقاصد سے دور لے جانے اور آزاد خیالی کے نام پر امریکی ایجنڈے کی تکمیل اور مادر پدر آزاد معاشرے کے قیام کی طویل دورانیے والی خطرناک سازش کا حصہ ہے۔ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ فوجی ڈکٹیٹر شپ جمہوریت کے پردے میں آئین کی اسلامی دفعات کے درپے ہے اور رفتہ رفتہ ڈی اسلامائزیشن کی طرف بڑھ رہی ہے۔انہوں نے الزام عائد کیا کہ موجودہ حکومتی سیٹ اپ کے پس منظر میں فتنہ انکارِ ختم نبوت اور فتنہ انکارِ حدیث کام کر رہے ہیں اور قوم کو فکری مغالطوں میں ڈال کر کفر والحاد وارتداد اور زندقہ کا راستہ ہموار کیا جا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز کے افکار ونظریات کو قوم کسی بھی رنگ میں قبول نہیں کرے گی۔انہوں نے کہا کہ جبر واستبداد کے لیے راستہ روکنے اور پرویزی ہتھکنڈوں سے قوم کو محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وقتی مفادات سے بالاتر ہو کر تمام مکاتبِ فکر تحریک ختم نبوت کی طرز پر ایک اکائی کا مظاہرہ کریں اور مجلس تحفظ حدود اللہ کو خالص غیر سیاسی بنیادوں پر استوار ومنظم کیا جائے۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

● ممتاز سیرت نگار اور معروف عالم دین مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ۔ یکم دسمبر ۲۰۰۶ء (بھارت)
● جید عالم دین اور صاحبِ تصنیف و تالیف بزرگ، حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ۔ ۱۶ر دسمبر ۲۰۰۶ء (احمد پور شرقیہ)
● مولانا اختر صدیقی کے جواں سال بیٹے محمد ابوبکر صدیقی مرحوم۔ ۳۰ر نومبر ۲۰۰۶ء۔ کمالیہ (ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)
● ہمارے قدیم رفیقِ فکر جناب عبدالکریم قمر کی خالہ مرحومہ۔ ۳۰ر نومبر ۲۰۰۶ء کمالیہ ● حافظ محمد صدیق خطیب مکیہ مسجد کمالیہ، مولانا محمد صابر اور مولانا محمد طاہر خطیب مسجد غلہ منڈی چیچہ وطنی کے والدگرامی ۱۰ر دسمبر کو انتقال کر گئے۔ نمازِ جنازہ چیچہ وطنی میں قائدِ احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے پڑھائی۔ ● مرکز احرار چیچہ وطنی مرکزی مسجد عثمانیہ کے خطیب مولانا منظور احمد کی ہمشیر طویل علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔ نمازِ جنازہ چک نمبر ۷ سی آر/۱۱۶ میں قاری محمد قاسم نے پڑھائی۔ ● دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے معاون چودھری اعجاز احمد (محترم ڈاکٹر توقیر احمد کے عم زاد) ۱۹/۶ ۲۰۰۶ء دسمبر کو وفات پا گئے نمازِ جنازہ ۱۳۱-۱۱ ایل میں قاری محمد قاسم نے پڑھائی۔ ● ختم نبوت اکیڈمی لندن کے ڈائریکٹر محترم عبدالرحمٰن باوا کے برادرِ نسبتی یعقوب یوسف منیع مرحومہ (کراچی) ● محترم صفدر سلیم شاہد (ایڈیشنل سیشن جج چیچہ وطنی) کے بھائی محمد ظفر شاہد ایڈووکیٹ طویل علالت کے بعد ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۶ء کو خانیوال میں انتقال کر گئے۔ چیچہ وطنی سے عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد قاسم اور محمد آصف چیمہ نے ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ کی معیت میں نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ ● مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے سابق صدر محترم بشیر احمد رضوانی مرحوم کے بیٹے الیاس احمد رضوانی مرحوم (لاہور) ● اگوکی (سیالکوٹ) میں ہمارے ہم فکر محترم قاری مسعود احمد سعادت کی والدہ ماجدہ مرحومہ۔ ● ملتان میں ہمارے معاون الطاف حسین چغتائی کے خالو سسر امام بخش مرحوم۔ ● مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے ناظم دعوت و ارشاد حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر کے پھوپھا مرحوم۔ ● مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے قدیم کارکن بھائی انوار الحق کی خالہ مرحومہ۔ ● مجلس احرار اسلام کے مخلص کارکن اور مولانا سید ابوذر بخاریؒ کے مرید مولوی احمد بخش مرحوم (خطیب و امام مسجد معاویہ امیر آباد ملتان۔ ۱۶ر دسمبر ۲۰۰۶ء ● محمد یوسف مرحوم (ہمارے قدیم مہربان اور محمد یونس واللہ رکھا کے والد) محلّہ کوٹلہ تولے خاں ملتان۔ ۱۸ر دسمبر ۲۰۰۶ء ● ظہور احمد تابش مرحوم (خوشنویس) ملتان۔ ۲۱ر دسمبر ۲۰۰۶ء ● مولوی محمد یعقوب مرحوم (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکن)۔ چنیوٹ۔ ۲۱ر دسمبر ۲۰۰۶ء
● لاہور میں ہمارے مہربان جناب سرفراز محمود کے والد اور محمد آصف کے دادا ملک سراج دین مرحوم۔ ۲۳ر دسمبر ۲۰۰۶ء

قارئین سے تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

دعائے صحت

● مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے سابق ذمہ دار اور ہمارے مہربان جناب حکیم محمد رفیق خادم طویل عرصہ سے علیل ہیں۔
● محترم ملک محمد یونس (مقیم مکہ مکرمہ) ☆ محترم محمد بشیر (برادر جیولرز، اورنگ زیب روڈ دہلی گیٹ ملتان)
● مدرسہ معمورہ ملتان کے سفیر محترم حافظ محمد فاروق بھٹی (ملتان)

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچّوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔
شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری ــ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع ...
شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

arts-SJLS-1/2001

Monthly"Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat"Multan.Regd.M.No.32

ہمارے مراکز

مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان	061 - 4511961
مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار چناب نگر	047 - 6211523
مدرسہ معمورہ دفتر احرار لاہور	042 - 5865465
مدنی مسجد بخاری ٹاؤن چنیوٹ	047 - 6333155
دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی	040 - 5482253
عبدالرحمٰن جامی جلال پور پیروالا	061 - 4210505
مدرسہ معمورہ، میراں پور (میلسی)	0300- 2549301
مدرسہ ختم نبوت گڑھا موڑ (میلسی)	067 - 3791151
مدرسہ ابوبکر صدیق، تلہ گنگ	054 - 3412201
امتیاز حسین چکڑالہ (میانوالی)	045 - 9393049
مدرسہ ختم نبوت چشتیاں	063 - 2509507
مدرسہ ختم نبوت، بورے والا (وہاڑی)	0300- 6993318
مدرسہ محمودیہ معمورہ، ناگڑیاں (گجرات)	053 - 3650025
محمد اشرف علی احرار، فیصل آباد	0300- 7623619
محمد اصغر لغاری، میر ہزار خان (مظفر گڑھ)	066 - 2512354
غلام حسین احرار، ڈیرہ اسماعیل خان	096 - 6730057
مولانا فقیر اللہ رحمانی، رحیم یار خان	0301- 3660168
مولانا عبدالعزیز، مدنی مسجد بہاولپور	062 - 2884601

عیدالاضحیٰ کے موقع پر

قربانی کی کھالیں

مجلسِ احرارِ اسلام

کے شعبہ تبلیغ

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ

کو دیجیے

جملہ رقوم، عطیات، زکوٰۃ وعشر، صدقات
قیمت چرم قربانی بھیجنے کے لیے

بذریعہ بینک

چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری (مدرسہ معمورہ)
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

الداعی الی الخیر — تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

0321-6358191